اَقوالِ صادق

محمّد صادق

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاہور پاکستان

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ — نبی — وارث

وارث شاہ میاں تیرا عِلم ہویا مشہور وِچ جن تے اِنس طریں

اقوالِ صادق

رشحاتِ قلم

محمد صادق

سنٹر آف سپرچوئل سائنسز

بابو صابو، لاہور بائی پاس، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

باراول	بعنوان علم ابھی تشریح طلب ہے ۱۹۹۱ء
باراول	بعنوان عشق ابھی تشنۂ تکمیل ہے ۱۹۹۶ء
باردوم	اقوالِ صادق (مکمل) ۲۰۰۹ء
ٹائٹل	محمد فاروق بھٹی
کمپوزنگ	سجاد سلیم ، یاسر مقصود
پبلشرز	ایڈوائس پبلشرز، LG-18 خلیج ٹاور، 38-A جیل روڈ، لاہور پاکستان
مطبوعہ	احباب پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	۵۰۰
قیمت	۳۸۰ روپے

سنٹر آف سپرچوئل سائنسز

بابُو صابُو، لاہور بائی پاس، لاہور

Marfat.com

اس کُرّہٴ ارض پر کروڑوں حیوان اور درندے اِنسانوں کی صورت میں ملتے ہیں۔

.... ۞ ....

ہر جاندار کی رُوح ایک ستارے سے متعلّق ہے۔

.... ۞ ....

اگر کوئی آنکھ مکمل کائنات کا نظارہ کر سکے تو یہ بھی انسانی صورت میں دکھائی دے گی۔

.... ۞ ....

انسان وجُودِ کُل میں اس طرح موجود ہے جیسے مادہٴ تولید کا کوئی جرثومہ انسانی جِسم میں۔

.... ۞ ....

انسانی خیال۔ خیالِ کُل کا مدوجزر ہے۔

.... ۞ ....

اگر رُوحانی مشاہدہ یکساں ہوتا تو مذاہب میں اختلاف نہ ہوتا۔

.... ۞ ....

Marfat.com

کائنات کی تسخیر خیال کی رفتار کے پیمانے سے ممکن ہوگی روشنی کا پیمانہ تبدیل ہو جائے گا۔

.... ✡ ....

صبر، سخاوت، محبت اور خُلق رُوحانی کیفیت کے اظہار کے نام ہیں

.... ✡ ....

عمل خیال کے بغیر ناممکن ہے اس لئے اصلاح خیالات کی ہونی چاہیے۔

.... ✡ ....

قرآن مجید کے اسماء کے معانی الفاظ سے ممکن نہیں۔

.... ✡ ....

ہر دقیق اور پیچیدہ شے کا تصور جاہل کو آسان اور سہانا لگتا ہے۔

.... ✡ ....

جب وجُودِ کُل اور شعُورِ کُل کی توحید نصیب ہوتی ہے تو معجزہ اور کرامت سمجھ میں آجاتی ہیں۔

.... ✡ ....

Marfat.com

نہ جانے انسان یہ تسلیم نہ کرنے پر کیوں اَڑا ہوا ہے کہ شعُورِ انسانی کائنات کے حوالے سے ہمیشہ ناپختہ اور نابلد ہی رہے گا؟

.... ✡ ....

جُزوی جسم کے حوالے سے انسان کبھی موت پر قابو نہیں پا سکے گا۔

.... ✡ ....

خدا کو توحید کی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے۔

.... ✡ ....

حقیقت کو پا کر بیان کرنا بڑا ہی کٹھن مرحلہ ہے۔

.... ✡ ....

حقیقت کے بارے میں انسانی نظریات بدلتے ہی رہیں گے مگر توحید ازل سے اَبد تک یکساں ہے اور یکساں ہی رہے گی۔

.... ✡ ....

جو شے عام ہو جائے خواص اس کو ترک کر دیتے ہیں۔

.... ✡ ....

Marfat.com

نیکی اور بدی کی پہچان انسانی ذہن کی تفریق ہے اور دو انسانوں کی عقل یکساں نہیں ہوتی۔

ارتقائے جسم ارتقائے رُوحانی کی مخالف سمت میں جاتا ہے۔

خیال کی درستی ہی سے عمل کی درستی ممکن ہے۔

ماضی، حال اور مُستقبل کو جوڑنے والی پگڈنڈی کا نام عُمر ہے۔

جب انسان ماضی اور مستقبل سے نجات پالیتا ہے تو حال رہ جاتا ہے جو فنا سے مُبّرا ہے۔

خُوشی نہ بانٹنے سے عذاب بن جاتی ہے۔

Marfat.com

جلال کی حالت میں بندگی ممکن نہیں۔

.... ۞ ....

رُوح پانی پر فریفتہ ہے اور یہ رشتہ کروڑوں، اربوں سالوں پر محیط ہے۔

.... ۞ ....

حواسِ خمسہ سے رُوح اور نفس دونوں جھانک سکتے ہیں مگر جب رُوح جھانکتی ہے تو کائنات بہشت دکھائی دیتی ہے۔

.... ۞ ....

کچھ خیالات کے ظہور میں آنے سے پیشتر اِن کی ماہیّت کو جانتے ہیں اور بعض اِن کو بدلنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں۔

.... ۞ ....

حُسن مختلف حالتوں میں ہر جگہ یکساں ہے۔

.... ۞ ....

عطا سابقہ اعمال ہی کا انعام ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

کسی کے خیال کو بدلنے کی قدرت اِسی وقت میسر آتی ہے،
جب کوئی اصل خیال ہی کو جان لے۔

روح جسم کے بغیر بھی خوشبو، رنگ اور راگ سے مسرور ہوتی ہے۔

خیال نے بے خیالی سے جنم لیا اور پھر اِسی بے خیالی میں
جانے کے لئے بے قرار ہے۔

روح کا جمادات، نباتات اور حیوانات تک سے تعلّق ہے
اور ہر ایک کی زبان سے متعارف ہے۔

شیطان دُنیاوی لالچ دے کر انسانی قُرب حاصل کرتا ہے۔

الہامی کتابوں میں تضاد صرف ازلی اندھوں کو نظر آتا ہے کیونکہ
وہ پیغمبروں کو اپنے آپ پر گمان کرتے ہیں۔

Marfat.com

خُدا کا فضل تاریک راتوں کو روشن آنکھ سے مُنوّر کر دیتا ہے۔

.... ✡ ....

اشیاء تبدیل ہوتے ہوتے پھر اپنی اصلی حالت میں آ جائیں گی اس لئے ارتقاء صرف درمیانی حالت کا نام ہے۔

.... ✡ ....

رُوحانیّت عطائی ہے، اختیاری نہیں، اس لئے رُوحانیّت کے متلاشیوں کے لئے کوشش عبث ہے۔

.... ✡ ....

بدخواہ کی صحبت سے خُدا محفوظ رکھے۔

.... ✡ ....

حقیقت سے ہمکنار ہو کر اِنحراف کرنے والا شاید ہی دوبارہ اس کو پا سکے۔

.... ✡ ....

جب خُدا ہر شے پر قادر ہے تو پھر تُو کیا کرتا پھر رہا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

ظاہری حواسِ خمسہ سے دکھائی دینے والی چیزیں حقیقت نظر آتی ہیں۔ دیکھنے اور نتیجہ اخذ کرنے والا آلہ حقیقت ہے یا نہیں، یہ کون بتائے؟

جہانوں کو پانے اور پَرکھنے کے ذرائع مختلف ہیں،
اس لئے ایک کی حقیقت دُوسرے کا وہم ہے۔

خُدا کو پایا جاتا ہے، جانا نہیں جاتا۔

وقت کو مشین سے خلط ملط کر دیا گیا ہے،
دراصل وقت تو مشاہدے کی حقیقت ہے۔

خیال نے مجھے اور تجھے ظہور بخشا مگر مَیں اور تُو سے بالا رہا۔

Marfat.com

رُوح ہر صورت کا رُوپ دَھار لیتی ہے،
مگر پہلی جھلک بھی برقرار رکھتی ہے۔

رُوحانی خامشی میں ساز بھی خاموش بجتا ہے۔

رُوح کا مستقبل جسم کا حال ہے اور جسم کا مستقبل رُوح کا حال۔

خیر اور شر دونوں عدل کے تابع ہیں۔

جب رُوحانی زندگی کا دور آئے گا تو خود مختاری کے مرض کے مریض رُوحانی شفاخانوں میں پاگلوں کی طرح زیرِ علاج ہوں گے۔

دُنیاوی غم اور خوشی کا رُوح سے وہی تعلّق ہے جیسے کسی ڈرامے یا فلم کے کردار کا اِس کے رول کے ساتھ۔

Marfat.com

توحید کو کیا کیا معانی پہنائے، اِن ظاہر پرستوں نے تو
شرک کی پہچان بھی ختم کر دی۔

.... ✡ ....

ایمان خُدا کے فضل ہی سے ممکن ہے۔

.... ✡ ....

شعُورِ انسانی عشق کی ضِد ہے۔

.... ✡ ....

جتنی زیادہ دِلکش جنت ہو گی اتنا ہی ہیبت ناک دوزخ ہو گا
کیونکہ عذاب اور ثواب پھول اور کانٹے ہیں
جو کہ ایک ساتھ نشوونما پاتے ہیں۔

.... ✡ ....

لاتعداد نباتاتی رُوحوں سے حیوانی اور بے شمار حیوانی رُوحوں سے
انسانی رُوح کی تخلیق ہوتی ہے۔

.... ✡ ....

انسان اپنا ہی باطنی عکس آفاق میں دیکھتا ہے۔

Marfat.com

یقین ہی سے کُنْ، فیکُوْن ہوتا ہے۔

کروڑوں اربوں سیّارے کائنات کے جِسم کے مسام ہیں جو کہ شعُورِ کُل سے ہمکنار ہے۔

واقعات اِس دُنیا میں آ کر متشکل ہوتے ہیں حالانکہ آسمانوں سے روشنی کی طرح منتقل ہو رہے ہوتے ہیں۔

جِسم کے حوالے سے کائنات کی تسخیر اس وقت ممکن ہوگی جب انسان خیالات کی صورت دھار لیں گے۔

افعال جِسم کے ذریعے ظہور میں آتے ہیں حالانکہ خود ان کا منبع انسانی وجود کے علاوہ ہے۔

شعُورِ کُل اسماء کے ذریعے صفات کا اظہار کر رہا ہے۔

Marfat.com

ظاہری ترقی باطنی انحطاط ہے۔

....

ذہن اور شعور کے حوالے سے ترقی کرنے والے انسان کو ترقی یافتہ بھی ذہن اور شعور ہی کہہ رہا ہے' خود ہی ترقی کرنے والا خود ہی فیصلہ کرنے والا۔

....

موت سے آگاہ اور غافل کے جہان الگ الگ ہیں۔

....

واقعات شکل پذیر ہونے سے پیشتر بھی ایک حالت میں موجود ہوتے ہیں اور ظاہری حواس خمسہ کو متاثر کرتے ہیں' چھٹی حِس کی اصطلاح نے یہیں سے جنم لیا ہے۔

....

ایک مقام پر موت کو بھی موت آجاتی ہے۔

....

Marfat.com

نسل در نسل بناوٹی اور مصنوعی بسر کرنے کی وجہ سے زندگی حقیقی نظر آنے لگی ہے۔

.... ۞ ....

جس طرح جسمانی قوت کی جگہ ذہنی قوت نے لی ہے، اسی طرح رُوحانی قوت ذہنی قوت پر فوقیّت حاصل کرلے گی۔

.... ۞ ....

دُنیاوی قدروں کا تعیّن مُعاشرے کرتے ہیں۔ جیسا مُعاشرہ ہوگا، ویسی ہی اقدار ہوں گی جو کہ کبھی مستقل نہیں ہوسکتیں۔

.... ۞ ....

رُوحانی قدریں کبھی تبدیل نہ ہوں گی۔

.... ۞ ....

دیدارِ خُداوندی ظاہری اور باطنی حواس دونوں سے آگے ہے۔

.... ۞ ....

کائنات کے عمل اور ردِّ عمل کی وجہ سے ایک زاویہ پر رہنے والوں کے مقدّر یکساں ہوتے ہیں۔

Marfat.com

حقیقت کا ادراک نہ بھی ہو تو حقیقت پھر بھی موجود ہے
جیسے رنگ کو نہ دیکھنے والا رنگوں کی نفی نہیں کر سکتا۔

.... ۞ ....

سائنس نتائج سے ابتدا کو جاننا چاہتی ہے
جبکہ رُوح سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

.... ۞ ....

باطنی حواس رُوح سے منسلک ہیں۔

.... ۞ ....

حُسن معصُوم ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

باطنی حواس سے عاری افراد خُدا، پیغمبروں اور الہامی کتابوں کی نفی کرتے ہیں۔

.... ۞ ....

محرومی سے سخاوت اور بُخل دونوں جنم لیتے ہیں مگر سخاوت رُوحانی اور بُخل دُنیاوی فعل ہے۔

Marfat.com

صرف جسم کو ہی اجسام سے واسطہ ہے، اِس لئے انسان اِس دُنیا میں ان کا محتاج ہے۔

.... ✡ ....

ہر پڑاؤ پر رُوحانیت کی منزل تبدیل ہو جاتی ہے
اس لئے اس کو پانا ناممکن ہے۔

.... ✡ ....

خُدا وہ ذات ہے جسے جُزوی عقل پا نہیں سکتی۔

.... ✡ ....

نعمت کی قدر و قیمت اس کے چِھن جانے پر واضح ہوتی ہے۔

.... ✡ ....

ظاہری حواس کی لذت باطنی حواس کو سُلا دیتی ہے۔

.... ✡ ....

عاشق کا گناہ کسی جُز سے وابستگی ہے اور ثواب
کُل کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کا نام ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

ہم ایک ہی شجرِ خیال کے ثمر ہیں۔

فضل بدی کو نیکی اور غضب نیکی کو بدی میں بدل دیتا ہے۔

تکبُر صرف خُدا کو روا ہے اور یہ ایسا فعل ہے جس پر شیطان کو بھی ایک لمحہ کا تصرف نہیں۔

اسماء کے بھی اوصاف ہوتے ہیں۔

خُدا کے شاگردوں کو الفاظ کے ظاہری معانی کے اعتبار سے پڑھانا اور سمجھانا بے ادبی ہے۔

شیطان کا تصرف مخلوقِ خُدا کے حق میں کبھی نہیں ہوتا۔

تخلیقِ جسدِ آدم کھنکھناتی ہوئی سڑی مٹی سے ہوئی۔

Marfat.com

رُوحانی علم کو شعور سے پانا ناممکن ہے، اِس لئے مذاہب
تبدیل ہوتے رہے۔

.... ✡ ....

خُدا کو پا کر سمجھنے کی کوشش حجاب ہے۔

.... ✡ ....

روزہ کی حالت میں القائے حق ہوتا ہے اور یہی اس کی جزا ہے۔

.... ✡ ....

کائنات میں کھربوں سیّارے ایسے ہیں جن پر انسان سے زیادہ
ارتقاء یافتہ مخلوقات موجود ہیں۔

.... ✡ ....

فرائض عطائیوں پر مسلّط ہو جاتے ہیں'
اس لئے یہ ان کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔

.... ✡ ....

ہر جاندار وہی کچھ کھا رہا ہے جو خود بن کر کھایا جا چکا ہے
یا کھایا جائے گا۔

Marfat.com

موت کا منظر صرف دُوسرا ہی دیکھ سکتا ہے، مرنے والے کے لئے موت نامی کوئی شے نہیں۔

.... ۞ ....

حقُوق العباد کی ادائیگی کا شُکر ہی عبادت ہے۔

.... ۞ ....

خُدا بندوں سے ظاہر ہے' بندے الگ الگ مگر خُدا ایک ہے۔

.... ۞ ....

ہر مسمّٰی کا اسم سے ظہور ہوا۔

.... ۞ ....

''سر'' رُوح کی سواری ہے جو اسے وجود سے عدم تک لے جا سکتی ہے۔

.... ۞ ....

عرفان سے علم اِس طرح نکلتا ہے جیسے آگ سے تپش یا پھول سے خوشبو۔

.... ۞ ....

Marfat.com

مُتلاشی کواس کی تلاش ہی سرگرداں رکھتی ہے۔

.... ✡ ....

ہرانسان کامحبوب اس کے باطن کی ظاہر صورت ہے۔

.... ✡ ....

آفاق کے محسوسات اِنسانی ذہن کوموسموں کی صورت میں
محسوس ہوتے ہیں۔

.... ✡ ....

رُوحانی علم کبھی دو کے ساتھ یکساں نہیں کھلا'
اِس لئے پڑھانا ناممکن ہے۔

.... ✡ ....

جِسم کورُوح اوررُوح کوجسم کے حوالے سے پہچاننا مشکل ہے۔

.... ✡ ....

بادلوں کی گھن گرج اور گھنگھور گھٹائیں رُوح کو
بے قرار کردیتی ہیں۔

.... ✡ ....

Marfat.com

جسم کے تبدیل ہونے سے رُوح اپنے پہلے احوال
بھول جاتی ہے۔

.... ۞ ....

جنّات اور فرشتوں کی اشکال ہوتی ہیں وجود نہیں ہوتے۔

.... ۞ ....

رُوح عوام النّاس کے لئے ایک راز ہے اور
عاشق کے لئے یہ راز فاش ہے۔

.... ۞ ....

ورثہ رُوح اور جسم دونوں کی میراث ہے'
عادت ان دونوں واسطوں سے منتقل ہوتی ہے۔

.... ۞ ....

توحید ہی مذاہب کی معراج ہے۔

.... ۞ ....

رُوح سے تعلّق جُڑ جائے تو قُدرت خود ہی آجاتی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

ہمیشہ مُرشد مُرید کی تلاش کرتا ہے۔

.... ۞ ....

علم ابھی تشریح طلب ہے۔

.... ۞ ....

ہر فرد مُعاشرے کو اُسی کا دیا ہوا لوٹاتا ہے۔

.... ۞ ....

تخلیقِ کائنات، مذہب، فلسفہ اور سائنس کی ماں ہے'
جس نے اِن فرزندوں کو جنم دیا مگر خود راز ہی رہی۔

.... ۞ ....

توحید کے مُشاہدہ میں ذاتِ خُداوندی کی پہچان میسر آتی ہے۔

.... ۞ ....

جِنس اور محبّت ایک ہی جَذبہ کی دو مختلف سطحیں ہیں۔

.... ۞ ....

خواہشات اور اُن کو پانے تک کی کیفیت جہنم ہے اور خوشی صرف
انتظار کے عذاب سے نجات کا نام ہے۔

Marfat.com

عاشق کا کُل میں سما جانا ہی اس کا وصل ہے۔

.... ✡ ....

عِشق غم سے نجات دِلا دیتا ہے۔

.... ✡ ....

توحید ایک رُوحانی مشاہدہ ہے۔

.... ✡ ....

خیال کے ظہور میں آنے کا نام عمل ہے۔

.... ✡ ....

عاشق پر موت ''وارد'' نہیں ہوتی۔

.... ✡ ....

صحیح، غلط اور جھوٹ سچ ایسے الفاظ ہیں،
جو ابھی تصفیہ طلب ہیں۔

.... ✡ ....

سائنس صرف مادی کُل کو پا سکتی ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

ہر چیز کا باطن بے صورت ہے۔

.... ✡ ....

رُوحانی جزا دُنیاوی قربانی کا اور دُنیاوی قربانی
رُوحانی جزا کا بدل ہے' مگر رُوحانی جزا انمول ہے۔

.... ✡ ....

بیج پھوٹ کر بیج نہیں رہتا پودا بن جاتا ہے' ہاں البتہ
ثمر بار ہو کر پھر بیج بن جاتا ہے۔

.... ✡ ....

دولت کو اکٹھا کرنے والا خُدا سے دُور ہے۔

.... ✡ ....

وقت کو صِرف رُوح ہی محسوس کر سکتی ہے۔

.... ✡ ....

اسماء کے باطنی معنی اور ہیں۔

.... ✡ ....

معصوم آنکھ ہی اشیاء کے حُسن سے آگاہ ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

رُوح بیمار ہو تو علاج بھی رُوحانی ہوتا ہے۔

..................۞..................

حُسن و عشق ایک ہی سمندر کی لہریں ہیں۔

..................۞..................

مذہب، سائنس اور فلسفہ حقیقت کی جانب راستے ہیں۔

..................۞..................

جنس محبت کی کثیف حالت ہے۔

..................۞..................

ذات کا رُوحانی مشاہدہ ممکن ہے۔

..................۞..................

رُوح کو ساز سے مسحُور کر کے جسم میں داخل کیا گیا۔

..................۞..................

عاشق اور فقیر ہمیشہ معصُوم رہتا ہے۔

..................۞..................

رُوح معصُوم ہے۔

Marfat.com

قربانی ہی سے نعمت مُیسر آتی ہے۔

.... ۞ ....

انجان کی تصرف پر قدرت کی آرزو شیر پر سواری کرنے یا
اژدھا پالنے کے مترادف ہے۔

.... ۞ ....

جِنسی خواہش کی شِدت ہی تبدیلی جِنس کا باعث بنی۔

.... ۞ ....

خود کو تلاش کرنے والا دیدار کی سِک میں مبتلا رہتا ہے۔

.... ۞ ....

عاشق کی پیاس شربتِ وصل سے نہیں بُجھ سکتی۔

.... ۞ ....

خواہشات کی تکمیل ہی اُن کی موت بن جاتی ہے۔

.... ۞ ....

صِدق اور یقین غیب کے خزانوں کی گمشدہ کُنجیاں ہیں۔

.... ۞ ....

Marfat.com

عارضۂ قلب رُوحانی بیماری ہے۔ اِس لئے جِسمانی علاج
مکین کی بجائے مکان کی مُرمت کرنا ہے۔

عاشق اور معشُوق کے جَسد، الگ الگ، مگر رُوح یکساں ہے۔

خیال، صورت اور صورت خیال میں ڈھلنے کے لئے بے قرار
رہتی ہے کیونکہ ان کی تکمیل ایک دُوسرے سے وابستہ ہے۔

اولیاء کو خیال میں محسوس ہونے والی شے،
پیغمبر کو صورت میں دکھائی دیتی ہے۔

بھونڈ اور بھوز کے رنگ اور آواز میں ازلی اختلاف ہے۔

رُوحانی زندگی بسر کرتے کرتے لوگ اجسام سے
آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

رُوح چونکہ جسم کے قید خانہ میں ہے۔ اِس لئے بیدار ہو کر
نفس کو اذیت پہنچاتی ہے۔

.... ۞ ....

اسلام نے رُوح کے ساتھ ساتھ اِس کے دُشمن
نفس کے حقوق بھی متعیّن کئے ہیں۔

.... ۞ ....

علم کے اظہار سے گھٹائیں چھٹ کر قوسِ قزح بن جاتی ہے۔

.... ۞ ....

بسنتی رنگ پر فریفتہ رُوحیں، نفس کے مُجاہدہ کی متحمل نہیں ہوتیں۔

.... ۞ ....

ایک پر جبر، دُوسرے کے قدر کی مانند ہے'
اِس لئے جبر و قدر پر بحث لاحاصل ہے۔

.... ۞ ....

اشکال کی مشابہت رُوحانی ہے وَرنہ انسان اور سانپ کے نُطفے میں
کیا یگانگت ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

ہمہ اُوست رُوحانی اظہار کی حالت ہے۔

.... ۞ ....

واقعہ پر نظر رکھنے والا اس کی وجہ تسمیہ اور حکمت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

.... ۞ ....

رُوح کو نفس پر بھی ترس آتا ہے، حالانکہ نفس بے رحم ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی کیفیت کا ماخذ قلب ہے جبکہ عقل دماغی ہے، اور ہر دو کی رقابت ازلی ہے۔

.... ۞ ....

روزِ اوّل ہی سے بے خبری کے عالم میں سرزد لغزش کی سزا تجویز نہیں کی گئی۔

.... ۞ ....

رُوحانی علم کی قدر و قیمت صِرف حق کے متلاشیوں پر ہی آشکار ہوتی ہے۔

Marfat.com

نفس اور رُوح کی رغبت جنس میں پنہاں ہے مگر
ایک دُوسرے کی ضِد ہے۔

.... ۞ ....

جاندار کی عُمر کا تعیّن وقت کی بجائے رزق سے کیا گیا۔

.... ۞ ....

رُوح آشنا ہو کر ازل سے ابد تک کے سفر سے آگاہ ہو جاتی ہے۔

.... ۞ ....

رشتوں کا تعلّق نُطفوں کے حوالے سے ہے حالانکہ
رُوح کی سرایت کے منبع سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

.... ۞ ....

ترقی کرتی ہوئی اس دُنیا کو جلد ہی اس کے طلسماتی خواب
سے جگا کر چِلّہٗ معکوس سے گُزارا جائے گا۔

.... ۞ ....

رُوح پر کسی ضابطہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

.... ۞ ....

Marfat.com

مخلوقات کی تعداد میں کمی بیشی ناممکن ہے۔ایک کی تعداد میں اضافہ دُوسرے کی کمی کا باعث بنتا ہے۔

.... ۞ ....

رُوح اور نفس کی جزا وسزا عوام النّاس کو یکساں نظر آتی ہے حالانکہ روشنی اور تاریکی کی ضِد لئے بیٹھے ہیں۔

.... ۞ ....

رُوح کا جوہر عرفان اور چِھلکا اس کا بیان ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی مشاہدے سے بھی اصلاحِ نفس ہوتی ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی ماں باپ کی اِصطلاح تقلید پسندوں کی ایجاد ہے حالانکہ رُوح ان سب رشتوں سے پاک ہے۔

.... ۞ ....

چمکیلا سیاہ رنگ جوگ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

پاگل میں ذہنی توازن کے بگاڑ کا باعث دُنیا اور مجذوب میں رُوحانیت کا حصول ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی اضطراب اور جذباتی ہیجان ایک دُوسرے کے ساتھ جُڑے ہوئے ہیں، فرق بڑا پیچیدہ اور دقیق ہے۔

.... ۞ ....

مُماثل رُوحوں سے ہمکنار مرد و عورت کے جنسی ملاپ سے تخلیقی عمل ناممکن ہے۔

.... ۞ ....

وقت اور زمانہ سے آزاد کر دینے والی کیفیت یقیناً رُوحانی ہوتی ہے، خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔

.... ۞ ....

عِشق میں ملاپ ناممکن ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی سفر پُراسرار ہوتا چلا جاتا ہے۔

Marfat.com

کشف و کرامت سے خالی رُوحانیت کتابی علم کے سوا
کچھ بھی نہیں۔

رُوحانی انسان کی پہچان آواز، صورت اور لباس سے بھی
میسّر آجاتی ہے۔

وجودوں کے ذریعہ سے قدرت کا اظہار،
پُتلیوں کے تماشے کی مانند ہے۔

مُنحرف ہو کر گمراہ ہونے والا شیطان کا آلۂ کار بن کر دوبارہ
اُسی روشنی کی طرف لَوٹتا ہے تاکہ پھر سے
رُوحانی قوت کے ضیاع کا باعث بنے۔

نفس کی قید سے آزاد، دو بچھڑی ہوئی رُوحوں کو
پہچان میسّر آنے کا نام نِروان ہے۔

Marfat.com

بادلوں کی رُوح ٹھنڈی ہَوا بن کر ہجر میں مبتلا رُوحوں کے لئے
وصل اور سرما کے بادلوں کی رُوح برفیلی خنک ہَوا
فراق کا پیغام لاتی ہے۔

.... ۞ ....

آندھی، جھکڑ سیاہ بادل، سنسان، چٹیل، بیاباں، جھاڑیاں، وَن ء
کریر، بھور، کالا سانپ، جوگی، فقیر یہ سب رُوح کا سَفر ہے۔ جو
جسمانی ارتقاء بن کر گیس، مائع جمادات، نبادات، حیوانات اور
انسان کا رُوپ دھارے بیدار رُوحوں کو دکھائی دیتا ہے۔

.... ۞ ....

رُوح، نَر اور مادہ کی صِفت سے آزاد ہے۔

.... ۞ ....

رُوح سنّاٹا لئے ہوئے خاموش وادیوں کی تلاش میں رہتی ہے۔

.... ۞ ....

چہرے رُوح کی لطافت کے مظہر ہوتے ہیں۔

.... ۞ ....

Marfat.com

اُداس روحوں کو سُن سمادھ کی جھلمل دکھائی اور سنائی دیتی ہے۔

اُجاڑ اور بیابان مقامات، ماضی کے متشابہ لگتے ہیں۔

نجات کو رُوح کی اجسام سے خلاصی کی اصطلاح کے طور پر متعارف کرایا گیا مگر بہروپ نے اس کے خدوخال بدل ڈالے۔

صدق اور اخلاص پر رُوحانی ہستیاں فریفتہ ہوتی ہیں۔

سالک کو دُوسروں کے احوال سے موازنہ کرنے کی بجائے اپنی رُوحانی کیفیت پر نظر رکھنی چاہیے۔

کل کی فِکر، آج کی نعمت کو ضائع کر دیتی ہے۔

رُوحیں اجسام میں متشکل ہو کر صورت دھار لیتی ہیں۔

Marfat.com

دُنیاوی حاجات کا طالب، رُوحانی ہستیوں کے پاس ڈاکہ زنی کے
لئے آتا ہے اور مقصد پورا ہونے پر مفروروں کی طرح
بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

بر کت مقدار اور تعداد کی محتاج نہیں۔

بدمزاجی اور اکتاہٹ رُوحانی محرومی کی علامت ہے۔

ہر شے کے جسم اور رُوح کا ذائقہ ہوتا ہے جو کہ مختلف
ہونے کے باوجود متشابہ لگتا ہے۔

مُردہ اجساد یا اُن کی تصویر دیکھنے سے
مضر رُوحانی اثرات پڑتے ہیں۔

Marfat.com

رُوح سے عبادات از خود ادا ہوتی ہیں جبکہ نفس پر عبادت مُسلّط کی جاتی ہے۔

.... ✡ ....

مجاہدہ نفس کی سزا اور مشاہدہ رُوح کی جزا ہے۔

.... ✡ ....

رُوح اور نفس سے اِنسان اگر یکساں مغلوب ہوتے تو ایک سے زیادہ رُوحانی سلسلوں کا وجود نہ ہوتا۔

.... ✡ ....

نفس کو لُبھانے والی چیزیں رُوح کو ذلیل اور رُسوا دکھائی دیتی ہیں۔

.... ✡ ....

موت کی مُہر کی جھلک، انسان کے مرنے سے پیشتر ہی اس کے چہرے پر ثبت ہو جاتی ہے۔

.... ✡ ....

ہر وہ شے جو کسی کو منفرد کر دیتی ہے وہ اُس کی اپنی نہیں ہوتی۔

.... ✡ ....

Marfat.com

اکثر لوگ دُوسروں کی ضرورت کے پیشِ نظر دکھائی دیتے ہیں۔

.... ✡ ....

بیدار رُوحوں کو عام لوگوں پر غُصّہ کی بجائے رحم آتا ہے
کیونکہ وہ سب کچھ انجانے میں کر رہے ہوتے ہیں۔

.... ✡ ....

سائنسی ایجادات نے رُوحانی مسافت کو طویل کر دیا ہے کیونکہ
مُوجد کا مقصد رُوحانی نہیں ہوتا۔

.... ✡ ....

نفس کو راغب کرنے والی حالتوں میں مبتلا لوگوں سے
خُدا کی پناہ مانگنی چاہیے۔

.... ✡ ....

ازلی محروم کے لئے کوشاں انسانوں کو رُوحانی گراوٹ
اور مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

.... ✡ ....

Marfat.com

جو کوتاہ بین، اپنے آپ کو دُوسروں کی رائے سے پہچانتے ہیں' وہ کبھی خود شناسی حاصل نہیں کر سکتے۔

.... ۞ ....

کسی دُوسرے کو اپنے گمان پر رکھ کر پَرکھنا، حماقت اور بیوقوفی کی علامت ہے۔

.... ۞ ....

بخیل ازلی محروم ہے، خُدا اِس کی صحبت سے محفوظ رکھے۔

.... ۞ ....

نام و نمود کا خواہاں، آخرکار پشیمان ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

خیال ایک جگہ مرتکز رہ کر ظہور میں آجاتا ہے' اگر شدت میں کمی ہوگی تو اگلی نسل میں رُو پذیر ہوگا۔

.... ۞ ....

اکثر دعوت دینے والی ناآشنا صورتیں، مدعو مہمان کے آنے سے پیشتر ہی دسترخوان سمیٹ جاتی ہیں۔

Marfat.com

کبھی کبھی کوئی ستارہ ٹوٹ کر کہکشاں میں مدغم ہو کر
اس کا راستہ دِکھا جاتا ہے۔

.... ✡ ....

نفس کی سیرابی رُوحانی بیداری کی نشانی ہے۔

.... ✡ ....

نفس نعمت سے غروراور رُوح عجز اختیار کرتی ہے۔

.... ✡ ....

فقیروں کے رِگرد لوگوں کے جُھرمٹ نہیں ہوتے۔

.... ✡ ....

راگ، رنگ اور معصوم چہرے عاشق کی رُوح پر
صحت منداثرات مرتب کرتے ہیں۔

.... ✡ ....

جس دھرتی سے خمیر اُٹھتا ہے، اسی کی تاثیر لئے رُوح
جسموں میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

کچھ چہروں پر اُن کا باطن کیڑوں، پرندوں، حیوانوں اور درندوں کی صورت میں صاف دکھائی دیتا ہے۔

.... ۞ ....

باطن کے ہر خیال کی آفاق میں صورت موجود ہے جو کہ ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس کی طرف راغب ہے۔

.... ۞ ....

باطن میں واقعات کو رُونما کرنے والی ہستیاں لوگوں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔

.... ۞ ....

تسلیم و رضا کے مقام پر شکوہ سے نعمت چھن جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

کچھ لوگ گمنام گھروں کو لُوٹ کر نام پیدا کر لیتے ہیں۔

.... ۞ ....

خُدا کنبہ پَرور درویش سے شیطان کو اکثر دُور رکھتا ہے۔

Marfat.com

نفس اور شیطان کی تعریف کرنے والا خُدا کا دشمن ہے۔

.... ✡ ....

کچھ چہروں پر حُسن ماہتاب کی مانند جلوہ افروز ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

وقت کی قدر و قیمت نگاہِ کرم سے ہی میسر آتی ہے۔

.... ✡ ....

خوشنما، نازک اور ملائم جسم رُوحانی بالیدگی سے
مالا مال ہوتے ہیں۔

.... ✡ ....

ڈارون اور فرائیڈ کے فلسفے رُوح کے حروفِ ابجد کو بھی نہ چھو سکے۔

.... ✡ ....

عِشق سے محروم شیطان کو عقل نے گمراہ کیا اور یہی جنگ اب
وجودوں کے ذریعے ذہن و قلب میں جاری ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

دجّالی ہیئت کی جھلک وجودوں پر طاری، گھیراؤ کرتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔

.... ۞ ....

کامل بندہ اور شیطان کی پہچان، خُدا کے فضل ہی سے ممکن ہے۔

.... ۞ ....

بیشتر نوازے ہوئے، غریب نواز کے مشکور نہیں ہوتے۔

.... ۞ ....

جس نے کسی کی نسل کی افزائش کی، اُس نے اپنی نسل قُربان کر دی اور یہی قُربانی نسلِ ابراہیمی کی بُنیاد بنی۔

.... ۞ ....

اللہ کا فضل ابلیس کے ہر حربے کو ناکام بنا دیتا ہے۔

.... ۞ ....

جب کچھ پودے بغیر بوئے اُگ آتے ہیں، تو تُو حضرت آدمؑ اور پیدائشِ مسیح پر کیوں حیران و ششدر ہوئے بیٹھا ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

بندر سے انسان، جسمانی ارتقاء اور انسان سے بندر
رُوحانی انحطاط کا نتیجہ ہے۔

.... ✪ ....

مشاہدے اور واردات سے عاری فلسفہ گمراہی ہے۔

.... ✪ ....

ہر صُوفی فلسفی ہوتا ہے مگر ہر فلسفی کا صُوفی ہونا ضروری نہیں۔

.... ✪ ....

رُوحانی مشاہدہ اعمال کا بیج بن کر اُگنا شروع کر دیتا ہے۔

.... ✪ ....

وہ زمانہ قریب ہے جب صِرف رُوحانی علم ہی علم کہلائے گا۔

.... ✪ ....

لطیف رُوحیں آزاد ہو کر، عالمِ بالا کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔

.... ✪ ....

بڑ اور کھجور کے درخت درویشوں کے مسکن پر
اپنے آپ اُگ آتے ہیں۔

Marfat.com

غضب کے شکار کی رفاقت، برباد کر دیتی ہے۔

.... ✡ ....

کرامت کا بیان صاحبِ کرامت کو زیب نہیں دیتا۔

.... ✡ ....

ازل سے ابد تک کا سفر نتائج کے اعتبار سے صِفر ہے۔

.... ✡ ....

انسانی رُوحوں کے احوال کبھی کبھی دُوسری مخلوق کے

ذریعے سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

.... ✡ ....

شام اور سویرا بھی حُسن سے آراستہ ہے،

دیدہ ور رُوحانی آنکھ درکار ہے۔

.... ✡ ....

جلال میں نار اور جمال میں نور کی تخلیق ہوتی ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

سب سہاروں سے پاک ہو کر ہی خدائی سہارا نصیب ہوتا ہے'
جو کہ غیب کے خزانوں میں سے ایک ہے۔

.... ✡ ....

دستِ غیب، کسی سبب کا محتاج نہیں بلکہ وہ تو اس کے آلہ کار کے طور
پر استعمال ہوتا ہے لہٰذا مسبب ذاتی اور سبب صفاتی ہے۔

.... ✡ ....

ذات وصفات کی پہچان خالق ومخلوق کا فرق دکھا کر
شِرک سے پاک کر دیتی ہے۔

.... ✡ ....

کُفر کسی مذہب کا نام نہیں۔

.... ✡ ....

شر اور خیر رات اور دن کی مانند ہیں'
ایک کا اثبات دُوسرے کی نفی ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

انسانوں کی تعداد میں کثرت کے اسباب میں دیگر مخلوقات کی موت کا بہت دخل ہے۔

.... ۞ ....

معصوم حُسن اور دَرد بھری آواز رُوحانی عطا ہے اور ان کو بیچنے والوں کا باطن خنزیر اور گدھے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

.... ۞ ....

بالآخر نفس بھی حق کے سامنے سر جھکائے مُعافی کا طلب گار شرمندہ کھڑا نظر آئے گا۔

.... ۞ ....

گزری ہوئی زندہ ہستیاں زندوں میں بسیرا کئے ہوئے ہوتی ہیں۔

.... ۞ ....

دُنیا داروں کی صحبت سے گریز کرنے والے خلوت کی جلوتوں سے سرشار رہتے ہیں۔

.... ۞ ....

کائنات کی لامحدود وسعتیں سرحدوں کی نفی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

Marfat.com

قلبی امراض کا معالج اگر رُوحانی نہیں تو خود بھی اس کا شکار ہو کر دم توڑتا ہے۔

.... ۞ ....

بدقسمتی اور بے نصیبی کی انتہاء تو یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے رُوحانیت کو بھی بیچنا شروع کر دیا۔

.... ۞ ....

اگر کوئی قیدی آزادی کا علمبردار بن بیٹھے تو اپنے پیروکاروں کو بھی مقید بنا دے گا۔

.... ۞ ....

نام رکھتے وقت احتیاط برتنا چاہیے کیونکہ اِن کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔

.... ۞ ....

کھجور اور بڑ کے درخت ریگستانوں اور بیابانوں کے دِلدادہ ہیں۔

.... ۞ ....

Marfat.com

کچھ لوگ بے قرار اور دُکھی رُوحوں سے بھی سودے بازی کرتے ہیں۔

جب انسان کائنات کا احاطہ کرلے گا تو پھر یہ بھی آفاق میں ایک سیّارہ کی مانند دکھائی دے گی کیونکہ لامحدود کی کوئی حد نہیں ہوتی اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

آواگون اور اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن میں فرق وہی ہے جو جسمانی اور رُوحانی ارتقاء کے درمیان ہے۔

فضل نے اندھیرے کو چیر کر صبح صادق کو نمودار کر دیا اور رحمت نے روشن اُجالے کو کالا گھونگھٹ پہنا دیا۔ اب رات کو فضل اور دن کو رحمت برستی ہے۔

کلمۂ پاک کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

Marfat.com

اے اللہ تیرا لاکھ شکر ہے!

.... ✡ ....

بار ہا حواس خمسہ سے نکل کر مشاہدہ کرنے کے باوجود لوگ اس کیفیت کے نام سے نابلد ہیں۔

.... ✡ ....

دُنیاوی کاروبار ہپناٹزم کے زیرِ اثر کارفرما ہے۔

.... ✡ ....

شامِ الم سے صبح صادق کی نوید سُنائی دے رہی ہے۔

.... ✡ ....

رُوح کی بے قراری رگوں میں خون کی دوڑ کو متاثر کرتی ہے۔

.... ✡ ....

عورت ''جوگ'' پر فریفتہ ہے۔

.... ✡ ....

دُوسروں کے حقوق پر ڈاکہ زن نفس اصل میں دھوکے میں مبتلا ہے۔

Marfat.com

کئی لوگوں کی مخالفت کی بناء پر وہی پیشے پہچان بن جاتے ہیں۔

.... ✡ ....

جب نفس اپنی نافرمانی پر نادم ہوگا تو سارے رشتے
انسانیت کے سمندر میں ڈوب جائیں گے۔

.... ✡ ....

پیشرو کا انجام جب عبرت نہیں سکھا سکتا تو سٹپٹانے سے کیا ہوگا۔

.... ✡ ....

کچھ لوگ دُوسروں کو مطمئن کرنے کی سعی میں
اپنی طمانیت کھو بیٹھتے ہیں۔

.... ✡ ....

جب عقل کو عشق کا تجزیہ کرتے دیکھا تو اپنے اوسان خطا ہوگئے۔

.... ✡ ....

یقین اور بھروسہ سے محروم جانوں کو رِزق کے پیچھے
دوڑایا جاتا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

بہشتی دروازے سے گزرنے کے لئے کلمۂ پاک شرط ہے۔

.... ✡ ....

حُسن نسوانیت میں عروج کو پالیتا ہے، مگر حیا شرط ہے۔

.... ✡ ....

خود فریبی میں مبتلا جانیں جب حقیر چیزوں پر للچاتی ہیں تو
راز خود بخود افشا ہو جایا کرتے ہیں۔

.... ✡ ....

عِشق میں بے باکی، بے حیائی کی علامت ہے۔

.... ✡ ....

کبھی کبھار رُوح اور نفس جِسموں کے بغیر بھی دکھائی دیتے ہیں۔

.... ✡ ....

ماسوا اللہ ہر کوئی بیگانہ ہے۔

.... ✡ ....

شیطان ہر رُوحانی مشاہدے کی نفی کے لئے وسوسے میں
مبتلا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

Marfat.com

مُعاشرے میں انسان کو تندوے کی طرح شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔

.... ✡ ....

جب کوئی علم عام لوگوں کی عقل سے بالا ہو جائے تو
وہ سِرّی علوم کا حصّہ ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

غائب، ظاہر پر غالب ہے مگر بھروسہ سے محروم اندھے
تاریک زنداں میں روشنی کے منتظر ہیں۔

.... ✡ ....

ازل سے معصوم ہی دیدار کا حق دار ٹھہرایا گیا۔

.... ✡ ....

دُکھوں کی جانب بڑھتا ہوا انسان ترقی کرتا ہوا
دکھائی دے رہا ہے۔

.... ✡ ....

گلی سڑی ہڈیوں کے پنجرے میں بند رُوحیں تڑپ تڑپ کر
نڈھال ہو رہی ہیں۔

Marfat.com

رُوحانی آنکھ کی بینائی کے مقابلے میں ظاہری آنکھ کا دیکھنا ٹٹولنے سے بھی کم تر ہے۔

جب موت نے ہی زندگی کو آخر سمیٹنا ہے تو اس کو گزارنے کا ڈھنگ کیوں نہیں سیکھ لیتا۔

کم عقل، غفلت نے تجھے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ موت جیسی حقیقت سے بھی آگاہ نہیں رہنا چاہتا۔

کائناتی عشق کی کشش نے جب رُخ تبدیل کر لیا تو یہ زمین ستارے کی مانند ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔

اے اللہ تیرے متلاشی نایاب کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

جب فطرت ہی حق کے قریب ہے تو پھر وہاں ہی لوٹ جانا ہو گا
جہاں سے ابتدا ہوئی۔

مخلوق پر رحم کی انتہا تو یہ ہے کہ بعض خالق کو ہی جھٹلانے لگے ہیں۔

دیدہ وَر کے لئے خُدا ہر سُو جلوہ افروز ہے۔

نفس کی بھوک پر خُدا کی لعنت ہے، اس لئے یہ بُجھ نہیں سکتی۔

خُدا کے بندوں کے ساتھ بہانے بنانے والے
اپنے مکر کا نوالہ بن جایا کرتے ہیں۔

خُدا کی عطا کردہ نعمت سے اس کے دُشمن کو تقویت پہنچانے والا
کبھی سلامت نہیں رہ سکتا۔

Marfat.com

ہجر میں مبتلا رُوحوں کو وصل کی خوشخبری عطا کر۔

.... ۞ ....

ٹیٹری کی آواز رُوحانی پرواز میں فقیر پر ُکتے‘ کے بھونکنے
کے مترادف ہے۔

.... ۞ ....

تسلیم و رضا پر معترض رُوحوں کو اضطراب کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

.... ۞ ....

بُلبلیں محبوبوں کے مسکن پر بسیرا کرتی ہیں۔

.... ۞ ....

پُر خطر راہوں کے غیر محتاط مُسافروں کو راہزن اکثر
لوٹ لیا کرتے ہیں۔

.... ۞ ....

مقیم، بھٹکے ہوئے راہی سے آسائش و نفع میں ہے۔

.... ۞ ....

فیصلے پر نادم و پشیمان رہنے والے اکثر نامُراد رہتے ہیں۔

Marfat.com

جب یہ گنہگار تیرے غضب کی تاب نہیں لاسکتا تو
اے اللہ مُعاف کر دے نا۔

.... ✡ ....

مالک! اگر تُو بندہ نوازی کر دے تو تیری رحمت کے
بحرِ بیکراں سے کیا جائے گا۔

.... ✡ ....

اسرار کا بیان، خودنمائی کے لئے منع ہے۔

.... ✡ ....

عجز ہی سے محبوب بزم سرا ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

خون کے واسطہ سے منتقل شُدہ عادت تبدیل نہیں ہوسکتی۔

.... ✡ ....

رُوح بھی خُدا کی طرح راز ہی رہے گی۔

.... ✡ ....

مُرشد کے بغیر رُوحانی سفر اختیار کرنا خطرے سے خالی نہیں۔

Marfat.com

دُنیاوی لالچ وخواہشات کی سیرابی ناممکن ہے۔اس لئے دُنیادار ہم سفر راہزن کی طرح رُوحانی سفر میں شریک رہنا چاہتا ہے۔

اکثر علم کے شناسا بیان کرنے والے سے صدیوں بعد نمودار ہوتے ہیں۔

ہر فعل جزاوسزا سے وابستہ ہے۔اس کا جسمانی یا رُوحانی ہونا الگ باب ہے۔

خُدا کے علاوہ اگر تیرا کوئی سنوار نہیں سکا تو بگاڑ کیسے لے گا۔

سائنس دان اور صُوفی میں وہی فرق ہے، جو دانا اور اولیاء میں ہے۔

ہُد ہُد کی آواز طلسماتی ہے۔

Marfat.com

رُوحانی مُسافر اجنبیوں کی طرح تنہا رہ جایا کرتے ہیں۔

.... ✡ ....

صِدق اور یقین سے محروم انسانوں کا رُوحانی وادیوں میں داخلہ ممنوع ہے۔

.... ✡ ....

اگر غلبہ ہی درکار ہے تو اپنے نفس پر کر۔

.... ✡ ....

محبت رُوحوں میں شہد کی مانند شیرینی گھول دیتی ہے۔

.... ✡ ....

گرم اور خُشک موسم میں نفس کو اذیت پہنچا اور خنکی و بادل رُوح کے لئے مختص کر دے۔

.... ✡ ....

تنگ دستی کا علاج حاجت روائی میں پنہاں ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

نفس چونکہ ازلی دھوکہ باز ہے، اِس لئے خود کو بھی دھوکا دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

.... ✡ ....

والدین کی خدمت سے پہلو تہی کرنے والے افراد پر اولاد کی مشقت مسلّط کر دی جاتی ہے۔

.... ✡ ....

تقدیر، انسان کو کٹھ پُتلی کی مانند نچاتی ہے۔

.... ✡ ....

کالے ناگ سے شہد کی مکھّی زہر آلُود ڈنسے سے شہد کی شیرینی تک جوگ کا سفر ہے۔

.... ✡ ....

نور پر موت کا رقص کرنے والے پروانے سے تاریک رات میں شہد سے لبریز چھتے پر قیام پذیر شہد کی مکھّی کا ملاپ کیونکر ممکن ہے۔

.... ✡ ....

بھدّا سیاہ رنگ نفس کی آلودگی کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

Marfat.com

گمراہ نفس دیکھ کر بھی، یقین کی دولت سے محروم رہتا ہے۔

.... ✡ ....

رُوحانی قبض کی حالت میں ابلیس سالک کو بیماری کے وسوسے میں ڈالتا ہے۔

.... ✡ ....

غالب (اللہ) سے غافل پر اس کے مغلوب کو مُسلّط کر دیا جاتا ہے۔

.... ✡ ....

انفرادی افعال پر پیچ و تاب، کُل سے بیگانگی کی سزا ہے۔

.... ✡ ....

حُسن کی عصمت کو تار تار کرنے پر آمادہ نفس دیدار سے کیونکر فیض یاب ہو سکتا ہے۔

.... ✡ ....

بلالی رنگ ایک مسلک کے فقیروں کی پہچان ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

سائنس کی ساری کاوش، گوبر سے دُودھ کی تلاش ہے۔

سائنس کے انکشافات، طُور سے آگ لانے کے مترادف ہیں۔

''مقامات'' کے تقدس کو پائمال کرنے والوں کے جوتے اکثر چوری ہو جایا کرتے ہیں۔

کچھ الفاظ ادا ہوتے ہی صادر ہو جاتے ہیں۔

فقر کا رَنج نکل جائے تو مصائب ٹل جاتے ہیں۔

مشکل کشائی پر اس کی مماثل رسم ادا کر دی جاتی ہے۔

نفس بچھو کی مانند اپنے ہی مسکن کو ڈستا رہتا ہے۔

Marfat.com

کُل کو جُز میں دیکھنے کی تمنّا ناپختگی کی علامت ہے۔

.... ✡ ....

حق کے متلاشیوں کی راہنمائی کا تعیّن خدائی فعل سے کیا جاتا ہے۔

.... ✡ ....

حرارتِ عشق پر مبنی رُوحانی دھماکے سے تخلیق کے دھارے بہہ نکلے۔

.... ✡ ....

تخلیق کے مماثل، مگر متضاد دھماکے سے حشر برپا ہوگا۔

.... ✡ ....

رُوحانی اضطراب سے اُٹھتی ہوئی وحشت زلزلے کا باعث بن کر وجود کو عدم میں لے جائے گی۔

.... ✡ ....

بالآخر رُوح چشموں کی مانند وجودوں سے پُھوٹ کر ندی نالوں کا رُوپ دھار کر سمندر میں جا گرے گی۔

.... ✡ ....

Marfat.com

کُل کو جُز میں بدلنے کا عمل اجزا کے کُل میں سما کر مکمل ہو جائے گا۔

.... ✡ ....

رُوحانی طاقت کو مادی تصرف میں لانے کا عمل

خدائی غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

.... ✡ ....

مادی ترقی رُوحانی اِنحطاط کا پیش خیمہ ہے۔

.... ✡ ....

بُدھا کے رُوحانی جوہروں کو مادی تَصَرُّف میں لا کر

جاپانی بڑا ہی گھناؤنا کھیل، کھیل رہے ہیں۔

.... ✡ ....

فنا بقاء کے لئے ہے نہ کہ بقاء فنا کے لئے۔

.... ✡ ....

پیغمبر و اولیاء مجموعہ اسرار ہیں،

ان کو اپنی حالت پر گماں کرنا زیاں کاری ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

جنت و دوزخ حشر رُونما ہونے پر
ہیرے اور کوئلے کی مانند نمودار ہوں گی۔

.... ۞ ....

قیامت کے بعد آدم پھر تخلیق سے قبل کی
حالت میں چلا جائے گا۔

.... ۞ ....

تخلیقِ آدم، شیطان کی وابستگی سے مشروط ہے۔

.... ۞ ....

عشق فراق کے سمندروں ہی میں غوطہ زن رہے گا۔

.... ۞ ....

نمود کی آرزُو بھی وصل سے ہمکنار نہ کرسکی۔

.... ۞ ....

عقل، دھواں دھار شعلہ کی مانند ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

عشق، سُورج کی شعاعوں کی طرح ہے۔

.... ۞ ....

زندہ خُدا کے ساتھ سانس لینے والی ہستیاں

فنا سے دُور رہتی ہیں۔

.... ۞ ....

فراق میں ڈُوبے ہوؤں نے وصل کی حسرت میں

تخلیق کے عمل سے ماتھے پر کلنک کی سیاہی مل لی۔

.... ۞ ....

راتوں کی تاریکیاں تیرا ہی رونا رو رہی ہیں۔

.... ۞ ....

خُدا (خود میں) خود بخود نمودار ہو رہا ہے۔

.... ۞ ....

نفس سے آلودہ جسد کے لئے

لحد کفّارہ کا کام دیتی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

جسد کی کثافتیں، مزید ردّ و بدل کے لئے
اس جہان میں واپس لوٹا دی جاتی ہیں۔

.... ✡ ....

مومن، خُدا کا نوازا ہوا فرد ہے۔

.... ✡ ....

مخلوق کو خُدا پر تعبیر کرنا، گمراہی کی علامت ہے۔

.... ✡ ....

صانع کو، مصنُوعات سے ملانا حماقت ہے۔

.... ✡ ....

مادہ کو رُوح پر قربان کرنا،
خوشنودیٔ حق کی دلیل ہے۔

.... ✡ ....

تقدیر، یعنی عملِ خُداوندی کو بدلنے کی باتیں،
حکم عُدولی کے زمرے میں آتی ہیں۔

.... ✡ ....

Marfat.com

تقدیر پر معترض، تسلیم و رضا کا مدعی کیونکر ہو سکتا ہے۔

.... ✡ ....

للچاتے ہوئے نفس کی سیرابی سراب کی مانند ہوتی ہے۔

.... ✡ ....

تخلیق کے مقاصد سے عاری، انسان نما مخلوق میں،
نفس بانجھ عورت کے موٹاپے کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔

.... ✡ ....

نفس کی ہوس میں مبتلا جانیں چلچلاتی دھوپ میں
پیاسے کی طرح سہکتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔

.... ✡ ....

جب نفس رُوحانی اظہار کو راہ دینے لگے
تو نجات کا دروازہ کُھل جاتا ہے۔

.... ✡ ....

رِزق اور سرمائے میں بڑا ہی بُنیادی فرق ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

جب لوگ اچھائی کی گواہی دینے لگیں
تو برائی کا محاسبہ آزمائش سے کیا جاتا ہے۔

.... ✡ ....

آزمائش دودھاری تلوار کی طرح کاٹتی ہے۔

.... ✡ ....

ہر فرد پر زندگی مختلف معانی کا اظہار کر رہی ہے۔

.... ✡ ....

جب تک تو خود سے نا آشنا ہے کسی دُوسرے کو کیونکر جان لے گا۔

.... ✡ ....

جب بے صورتی کی جھلک دکھائی دینے لگے
تو صورت پُر اسرار ہوتی چلی جاتی ہے۔

.... ✡ ....

دُوسروں کو دکھائی دینے والا
اپنی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

دُودھ میں پانی ملا کر پکانا مکروہ ہے۔

....

موت پر رقصاں جانوں کی زندگی سوگ میں مبتلا رہتی ہے۔

....

جَسد کو جلانے کا عمل، جہنم سے گزارنے کے مترادف ہے۔

....

شیطان ہم نشینی کے لئے دوست نُما دُشمن کا رُوپ دھارے

اِردگرد منڈلاتا رہتا ہے۔

....

گناہوں کی چھاپ انمٹ سیاہی کی طرح

چہروں پر آویزاں رہتی ہے۔

....

رُوحانی رقص کی گردش ہمیشہ طواف کی سمت میں

جبکہ شیطانی ناچ اس کی اُلٹ جانب کو ہوگا۔

....

Marfat.com

دُنیاوی مال و متاع رُوحانی گزند کے بغیر ممکن نہیں۔

سالک کو بغیر صِدق کے ادا ہونے والے الفاظ کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

نفس کی تعمیر کی بُنیاد نجاست اور پلیدی پر رکھی گئی ہے۔

خُدا کا فضل اپنے متلاشیوں کو
چوروں اور رہزنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

مارنے والے سے بچانے والا طاقت وَر ہے۔

حق کو باطل میں بدلنے میں کوشاں جانوں کی ہلاکت
اِن کا مقدر بن چکی ہے۔

Marfat.com

اے مالک! آزمائش کی ہمت نہیں
اپنی رحیمی اور کریمی کی چادر میں ڈھانپ لے۔

.... ۞ ....

قبول کرنے والے سائیں رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار کی التجا سُن لے۔

.... ۞ ....

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
عافیت کے سمندروں کو پار کرنے والا سفینہ ہے۔

.... ۞ ....

اے رحیم! رحم کی پکار سُن لے۔

.... ۞ ....

پُراُمید اور مایوس کی گوشہ نشینی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

.... ۞ ....

زندگی کو کھیل کود سمجھنا نادانی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

اِسلامی رُوحانیت کا سُورج طلوع ہو رہا ہے۔

.... ✡ ....

نفس کو شریعت کے حوالے کر
تا کہ رُوح معرفت حاصل کر لے۔

.... ✡ ....

رُوحانی پاکیزگی اور نفسانی آلودگی کی حدِّ فاصل کو جان لے۔

.... ✡ ....

ذات پات کا تعلّق نفسانی ہے۔

.... ✡ ....

صرف دینِ ابراہیمی ہی رُوح کو جِلا بخش سکتا ہے۔

.... ✡ ....

نفس سراپا غلاظت ہے۔

.... ✡ ....

کلامِ وارث شاہ رُوحانی ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

وارث شاہ نے پنجابی زبان کو امر کر دیا۔

.... ۞ ....

مادری زبان سے نفرت پر غداری کی بُنیاد رکھی گئی۔

.... ۞ ....

آبِ حیات پر کالے ناگ کا پہرا ہے۔

.... ۞ ....

کالے ناگ کی نسل کشی ناممکن ہے۔

.... ۞ ....

بادل، عاشق، بھور، فقیر اور کالا ناگ
ایک ہی حالت کے مختلف رُوپ ہیں۔

.... ۞ ....

اسرار کے انکشافات پر شریعت کی بُنیاد رکھی گئی ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی ترسیل نفسانی خوابیدگی طاری کر دیتی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

آنکھیں رُوح کی آماجگاہ ہیں۔

.... ✡ ....

چشمِ بینا نور سے منوّر اور سرور سے بہرہ ور ہوتی ہے۔

.... ✡ ....

آنکھیں، عرشِ معلّٰی کی طرف کا راستہ ہیں۔

.... ✡ ....

عِشق کے سرمائے پر ڈاکہ زن منتر جادُو کے زُمرے میں آتا ہے
جبکہ مُعجزہ رُوح سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

حُسن عِشق پر بغیر پڑھے جادُو کا کام دیتا ہے۔

.... ✡ ....

رَاگ عاشق پر بغیر الفاظ کے جادُو اثر ہے۔

.... ✡ ....

حروف کی اشکال میں جادُو عامل پر مُضر رُوحانی اثر ڈالتا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

اللہ پاک کے ننانوے نام صفاتی ہیں۔

..................۞..................

وہ صورت جو ہر صورت سے بے نیاز کر دے،
دیدار کے نور کی مظہر ہوتی ہے۔

..................۞..................

صورت میں بے صورتی جلوہ افروز ہو کر
رُوح اور بُت کا فرق بتا جاتی ہے۔

..................۞..................

کسی حالت کو بھی دَوام حاصل نہیں۔

..................۞..................

عاشقوں کو عقلِ انسانی سے بڑھ کر کسی اور
ناپائیدار شے سے واسطہ نہیں پڑا۔

..................۞..................

نورِ خُداوندی کو بِینا اور معصوم آنکھ ہی محسوس کر سکتی ہے۔

..................۞..................

Marfat.com

ہوس کی آگ کو دیدار کی جھلک بھسم کر دیتی ہے۔

.... ۞ ....

سونا دھرتی کا جوگ ہے۔

.... ۞ ....

عِشق اور ہوس میں ازلی رقابت ہے۔

.... ۞ ....

نفس شیطان کا آلۂ کار بن کر انسان کو
گمراہ کر کے مٹا دینا چاہتا ہے۔

.... ۞ ....

رُوح عِشق میں ڈُوب کر کمال کو پا لینا چاہتی ہے۔

.... ۞ ....

عاشقوں سے حکمتِ عملی بَرتنے والے
اذیتوں کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔

.... ۞ ....

کرامت سے مُتاثر ہونے والے کا یقین لمحاتی ہوتا ہے۔

Marfat.com

چڑیوں کو پنجروں میں بند کرنے والے
کوؤں کا کاروبار کیوں نہیں کرتے؟

.... ۞ ....

محبت کا یہ کیسا انداز ہے کہ "اُس" کو صِرف
اپنے لئے قید کر دیا جائے۔

.... ۞ ....

ناتواں کے سامنے قوی کو جھکانے کی خواہش نسوانی ہے۔

.... ۞ ....

باز اور کوّے کی بازی کیونکر لگائی جا سکتی ہے۔

.... ۞ ....

باز اور شیر کبھی مُردار نہیں کھاتے۔

.... ۞ ....

دیدار کا رشتہ دیکھنے اور دکھائی دینے والے سے جوڑنا حقیقت کو
مجاز میں بیان کرنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔

.... ۞ ....

Marfat.com

حقیقت کی راہوں میں اختیاری حربے
عاشقوں کو کب زیب دیتے ہیں۔

.... ✡ ....

عاشق کا فراق باغیچۂ حُسن پر خزاں طاری کر دیتا ہے۔

.... ✡ ....

وصل بہار کی مانند ہے۔

.... ✡ ....

حُسن عاشق کی میراث ہے۔

.... ✡ ....

رُت اور موسمِ عشق میں مہندی کے شگُن ہیں۔

.... ✡ ....

فراق کی انتہائی حالتیں وصل کی زنجیریں ہیں
کیونکہ حبس بادو باراں کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

.... ✡ ....

باز سے کُونج چھیننے کی کوشش میں لالچی کوّا ہلکان ہو گیا۔

Marfat.com

رُوٹھنا دِلی اور ناراضگی دماغی حالت ہے۔

.... ✡ ....

ستائے ہوؤں کو ستانا ظلم کے زمرے میں آتا ہے۔

.... ✡ ....

تقدیر منشائے حق اور ہوونی باطل کا حربہ ہے۔

.... ✡ ....

دیدار کا سرچشمہ چہرہ ہے اور ہوس کا تعلق
باقی جِسم کے ساتھ ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

شیطان دیدار کے طالبوں کو جِسمانی نمائش سے بہکانا چاہتا ہے۔

.... ✡ ....

دُنیاوی مال کی حفاظت کے لئے اگر قانون وضع کر رکھے ہیں
تو رُوحانی کمائی پر ڈاکہ زن نفس محاسبے کے عمل سے
کیسے بچ جائے گا۔

.... ✡ ....

Marfat.com

عِشق آزمائش سے ہی صیقل ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

خُدائے بُزرگ و برتر کے مقابلے میں شیطان کا تصرف
اوچھے ہتھکنڈوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

.... ۞ ....

اقرار کے بغیر عِشق کی وادیوں میں داخلہ ممنوع ہے۔

.... ۞ ....

مقصود کی تلاش کا حاصل اس کا دیدار ہے۔

.... ۞ ....

یومِ میثاق سے ہی بقائے دوام
عاشقوں کے لئے وقف کر دی گئی ہے۔

.... ۞ ....

دیدار کی گھڑی پر وقت اور زمانے کا اطلاق نہیں ہوتا۔

.... ۞ ....

Marfat.com

مُدتوں دَر دَر پھرانے والے کو جب رحم آتا ہے
تو محبوب کا دیدار متلاشی کا نصیب بن کر جھولی میں آ گرتا ہے۔

دیدار یافتہ کے ساتھ نفسانی چالیں اور شیطانی حربے
مایوسی میں ہاتھ پاؤں مارنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔

محبوب عاشق کا حق ہے
جس کا چھن جانا ناممکنات میں سے ہے۔

عاشقوں کے حقوق پر نظرِ بد رکھنے والے
غیرتِ خُداوندی کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔

عِشق خوف سے نجات دِلا دیتا ہے۔

عِشق یک طرفہ ہو ہی نہیں سکتا۔

Marfat.com

عِشق ہر رشتہ سے پاک ہے۔

.... ۞ ....

شیشہ شربت کی ہلچل ہی پیاس کی شِدت کا پیمانہ ہے۔

.... ۞ ....

حُسن جلوہ افروزی کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔

.... ۞ ....

جادُو حُسن کا ہتھیار ہے۔

.... ۞ ....

ناز و نیاز کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

.... ۞ ....

دیدار عاشق کا مقدر ہے۔

.... ۞ ....

رَبّا! فضل سے ہمکنار دیدارِ یار سے سرشار کو
پھر سے بے پروائی کی بھٹی میں نہ ڈال دینا۔

.... ۞ ....

Marfat.com

قبل از طلوع تاریکی اور غروب سے پیشتر اُجالا
جوگ ہی کے علامتی نشانات ہیں۔

.... ۞ ....

جوتش اور نجوم کے علوم جوگ کے سائے کی مانند ہیں۔

.... ۞ ....

نفس کو سیراب کرنے والی بہروپی
رُوحانی صورت گمراہی ہی کا راستہ ہے۔

.... ۞ ....

صدق سے فریب کی شکست ازلی ہے۔

.... ۞ ....

عِشق کی صداقت ہجر کے پیراہن سے
وصل کی خوشبُو سُونگھ لیتی ہے۔

.... ۞ ....

نفس کی سیرابی رُوح کی پیاس کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

ناسوتی جہان رُوح کا پردیس ہے۔

.... ✡ ....

مُرشدِ کامل مریدِ صادق کی اُنگلی تھامے
ساتھ ساتھ موجود رہتا ہے۔

.... ✡ ....

غیب میں برسرِ پیکار خیر و شر کی جنگ اگر دکھائی دینے لگے
تو انسان کا لمحہ بھر کے لئے جینا بھی محال ہو جائے گا۔

.... ✡ ....

دائمی مسرت ہر ذی رُوح نفس کے
دُکھوں کے مداوا میں پنہاں ہے۔

.... ✡ ....

خوشی اور خوف کی رقابت قدیمی ہے۔

.... ✡ ....

غمزدہ رُوح کی اُداسی زخم خوردہ جسم کے دَرد سے
زیادہ اذیت ناک ہے۔

Marfat.com

پانچ کے ہندسہ میں رُوح کی قربانی
اور گیارہ کے ہندسہ سے رُوحانی نعمت میسر آتی ہے۔

.... ✡ ....

ہزار ہا راتوں کی بیداری ایک دن کی نیند کا مداوا نہیں کر سکتی۔

.... ✡ ....

عشقِ حقیقی میں نسوانی کردار ایک ہاتھ سے
تالی بجانے کے مترادف ہے۔

.... ✡ ....

رات کا لباس تاریکی اور دن کا پہناوا روشنی ہے۔

.... ✡ ....

پانچوں محاذوں پر رُوح سے شکست خوردہ نفس
مایوسی کے عالم میں شیطان کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

.... ✡ ....

سیاہ کار کے لئے تاریکی اور مومن کے لئے اُجالا ناگزیر ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

نفس کے آلہ کار کو رُوحانی نام دینا دُشمن کو دوست کہہ کر پکارنا ہے۔

.... ✿ ....

مُرشد کی رہنمائی میں مُرید کی تکمیل
ہر گلی کُوچہ سے گُزر کر ہی ممکن ہے۔

.... ✿ ....

جوگ کا رُوحانی رنگ قوس وقزح کا سا ہے۔

.... ✿ ....

رُوحانی جہان میں جوگ موسم کا رُوپ دھارے
لیلتہ القدر کا سا سماں لئے دکھائی دیتا ہے۔

.... ✿ ....

رُوحانی کمائی پر ڈاکہ زن نفس کیسے سلامت رہ سکتا ہے؟

.... ✿ ....

نفس کا صدمہ اور سُرور دونوں ہی ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔

.... ✿ ....

نفس کی ہوس کا حاصل بھی جہنم سے کمتر نہیں۔

Marfat.com

راہنما اور رہزن اپنے اپنے مقسوم پر ہی لپک سکتے ہیں۔

بھٹکے ہوئے رُوحانی مُسافر کو خواب کی تعبیر آئینے میں ہندسوں اور الفاظ کے عکس کی مانند اُلٹ ترتیب میں دکھائی دیتی ہے۔

انسانی شعور باطن کے ظہور میں آنے سے پیشتر
کے احوال کا احاطہ کیونکر کرسکتا ہے۔

جب جھوٹ فریب اور دھوکہ دہی رزق کے ذرائع بن جائیں
تو رزّاق مقدار سے برکت چھین لیتا ہے۔

مستجاب بارگاہ ایزدی میں مقبولیّتِ دُعا سے مطلع ہو جاتا ہے۔

صورت سے بے صورتی کا مُسافر زمین و آسمان کے درمیان اوّلین روشن ستارہ کو راہِ عرش کے علامتی نشان سے تعبیر کرتا ہے۔

Marfat.com

متلاشیِ حق کے راستے کی دیواریں نیست و نابود کر دی جاتی ہیں۔

.... ✡ ....

عاشق کی نگاہ جس صورت پر نثار ہوتی ہے،
ہوس پرست اُسی پر کُتّے کی مانند لپکتا ہے۔

.... ✡ ....

مکان کی عظمت اس کے مکین سے ہی عبارت ہے۔

.... ✡ ....

کچھ لوگ سائل کے رُوپ میں
حاجت روائی کا مقدّس فریضہ ادا کرتے ہیں۔

.... ✡ ....

وہ خیال جو ''کُن'' کے سمندر سے نور کی رَو کی مانند اُٹھتا ہے،
اس کا انسانی شعور سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

.... ✡ ....

عاشق کو ہر پڑاؤ پر اپنے ہی قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

عقل جب عشق کی اسیر ہو جاتی ہے تو یہ کوتاہ اندیش
اس کا تجزیہ کرنے بیٹھ جاتی ہے۔

.... ۞ ....

کچھ لوگ آنکھوں کی زبان سے آشکار ہو جاتے ہیں۔

.... ۞ ....

واسطہ ہی منزل کا نشان بتا دیتا ہے۔

.... ۞ ....

موت سے قبل قرض کا ادا ہو جانا، بخشش کی علامت ہے۔

.... ۞ ....

حقوق کے بیشتر دعویدار اپنے فرائض سے نابلد ہوتے ہیں۔

.... ۞ ....

دُنیا دار کا درویش سے مریض کا سا رشتہ استوار ہو جاتا ہے۔

.... ۞ ....

عاشق اور محبوب کے درمیان کشش،
دو متضاد حالتوں کے ایک ہو جانے کا رجحان ہوتی ہے۔

Marfat.com

رُوحوں کے ملاپ میں اجسام کی جدائی ان کا اَزلی نصیب ہے۔

.... ✡ ....

نامراد خدا سے انکار پر مبنی بکواس سے فضل خُداوندی کو
جھٹلانے کی سعی لاحاصل میں سرگرداں رہتا ہے۔

.... ✡ ....

غصہ، ہوس، لالچ اور تکبر ایک ہی بچھو کے نیش ہیں۔

.... ✡ ....

غضب کے شکار سے حیات اور موت دونوں ہی پناہ مانگتی ہیں۔

.... ✡ ....

نفس کو دُوسروں میں اپنی شکل ایسے نظر آتی ہے،
جیسے مکروہ صورت کو آئینے میں اپنا چہرہ۔

.... ✡ ....

سفلی خیال نفس کی رغبت کے ذریعے انسان کو گمراہ کرتا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

گناہ کے سرزد ہونے کا مقام مجرم کی جائے واردات کی طرح
اس کا گواہ بن جاتا ہے۔

...............۞...............

خیالات کے ظہور میں آنے سے پیشتر
ان کی جزاوسزا بھی خیالات ہی کے ذریعہ سے ادا ہوتی ہے۔

...............۞...............

باطل کا کاروبار کرنے والی حکومت کے عہدیدار
باطنی رُوحانی متصرف قوتوں کے نمائندے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

...............۞...............

دولت کے انبار پر تڑپتی ہوئی بیمار رُوح کے لئے سکون محال ہے۔

...............۞...............

نفس کا اپنا نیش دُوسروں کے واسطہ سے لگتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

...............۞...............

کارخانۂ قُدرت میں ہر طرح سے ایک جیسے دو کا ملنا محال ہے۔

...............۞...............

Marfat.com

اُدھورا رُوحانی سفر ذہنی انتشار کا باعث بن جاتا ہے۔

راہ مجاز کا محبوب و رقیب ایک ہی دشمن کے دو ہتھیار ہیں۔

سیم و زر کی افراط کو فضلِ خُداوندی کا نام دینا
دین کا مذاق اُڑانے کے مترادف ہے۔

رُوحانی مُسافر طے شُدہ رسُومات کا مقیّد نہیں ہوتا۔

مخلص کو جاہل سمجھنے والا برباد ہو جاتا ہے۔

درویش پر نفسانی حصُول کے لئے فریفتہ انسان
اپنے ہی نفس کا نوالہ بن جاتا ہے۔

Marfat.com

دُنیاوی خواہشات میں مبتلا انسانوں کا دل
آخر کہاں تک ان کا ساتھ دے سکتا ہے؟

.... ✡ ....

سانپ اور مور کی دُشمنی ازلی ہے۔

.... ✡ ....

جنسی آسودگی رُوحانی نعمت ہی سے میسر آتی ہے۔

.... ✡ ....

پیاسی زمین پر برستے بادل کا نظارہ
بہت ہی دلکش اور سُہانا لگتا ہے۔

.... ✡ ....

کیچڑ پر مینہ برسانے والے کو اَبرِ بہار کہنا زیادتی ہے۔

.... ✡ ....

صورت و سیرت کا یکجا ہونا
کسی رُوحانی انقلاب کا ہی پیش خیمہ ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

رُوح کے جسم میں داخل ہونے کی گھڑی، رُوح پر قیامت اور اخراج کا وقت نفس کے لئے قیامت ہے۔

نفس شیطان کا آلۂ کار بن کر رُوح سے پانچوں محاذوں پر برسرِ پیکار رہتا ہے۔

تپتے صحراؤں کی لُو بلندیوں کو چھو کر برفانی طوفانوں کی محرّک بن جاتی ہے۔

نعمتِ خُداوندی سے فیض یاب سرکش نفس آسمانی قوتوں کو للکارتا ہے۔

عاشق علم وفن سے مالا مال خزانہ ہے۔

آفاقی، ضدیں ہی انسانی حیات کا سرچشمہ ہیں۔

Marfat.com

دیارِ حقیقت میں عاشق و معشوق کا توحید کی لذّت سے ہمکنار ہونا ہی ان کی تکمیل ہے۔

.... ۞ ....

متلاشی کی تلاش کا ماحصل خود وہی نکلتا ہے۔

.... ۞ ....

آدم کی ازلی لغزش کو دُہرانے والا عشقِ حقیقی کی لذّت سے کیسے سرشار ہو سکتا ہے؟

.... ۞ ....

شیطان عاشق کی دید سے منوّر حُسن کو ہوس کی آماجگاہ بنانے کی کوشش میں مگن رہتا ہے۔

.... ۞ ....

عاشق کی توجہ کا مرکز چہرہ اسرارِ عالم میں عجوبہ سے کم نہیں۔

.... ۞ ....

عاشق کے محبوب چہرہ پر ہوس پرست کی نظر کُتّے کے کھیر پر للچانے کے مترادف ہے۔

Marfat.com

عاشق محبوب کے حُسن میں جذب ہو کر عقل سے عاق ہو جاتا ہے۔

محبوب سے جنسی ملاپ کی آرزو تشنۂ تکمیل رہتی ہے۔

دیدار کی جھلک ہوس کی آگ کو بھسم کر دیتی ہے۔

محسنِ انسانیت کی گود معصومیت کے ناطے ہی
بلی کی سکون گاہ بن سکی۔

کبھی کبھار مرید صادق کو خالی ہاتھ کر کے
اُس سے رسمِ صدیق ادا کروا دی جاتی ہے۔

عاشق کے دل پر ٹھیس کنگرۂ عرش کو لرزاں کر دیتی ہے۔

Marfat.com

رُوحانی دولت سے مادی تصرّف کرنے والا
کبھی سلامت نہیں رہ سکتا۔

شیطان بھی خدا کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہے۔

جادُو فریبِ نظر ہے۔

معجزہ حق کی دلیل ہے۔

سیاہ رنگ پر آسمانی بجلی نشانہ پر میزائلی کشش کی مانند ہے۔

بڑھ کا درخت مہاتما بُدھ ہی کی نباتاتی شکل ہے۔

کھجور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے معراج پر نازاں ہے۔

Marfat.com

انسانی شعور کا خون بہا بھی خود عشق ہی ہے۔

.... ۞ ....

ازلی محروم کے لئے کوشش پہاڑ سے ٹکرانے کے مترادف ہے۔

.... ۞ ....

پردیس کا خیال دیس کے پردیسی سے ملا دیتا ہے۔

.... ۞ ....

خدا ترس حاکم ہی باطنی رُوحانی متصرف کی
ظاہری علامت ہے۔

.... ۞ ....

دُنیاوی معیار پر پورا نہ اُترنے والا انسان
رُوحانیت سے بہرہ ور شخصیت کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے۔

.... ۞ ....

''عمل'' چاند کی مانند عشق کے سُورج کا محتاج ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

دین و دُنیا سنوارنے کی مقدّس کتاب کا پہلا ورق

کلمۂ توحید سے عبارت ہے۔

.... ✡ ....

تاریخی کارنامہ کے کسی کردار کو بیان کرنے والا اکثر

لفّاظی کے جادُو سے لوگوں کے جذبات کا بیوپار کرتا ہے۔

.... ✡ ....

شیطان مختلف حِیلوں سے انسان کو گمراہی کا راستہ دکھاتا ہے۔

.... ✡ ....

خُدا کی پناہ سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔

.... ✡ ....

دینی معاملات میں دوکانداری کرنے والا

اپنے نفس کا غُلام ہے۔

.... ✡ ....

محبّت کے لئے قُرب کا ہونا لازم ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

نُطفہ کے ذریعہ سے صرف نفسانی عادات منتقل ہوتی ہیں۔

.... ✡ ....

مادی ترقی پر نازاں شیطان کا ساتھی ہے۔

.... ✡ ....

رُوح سے مادہ کی طرف گامزن ذہن فنا میں

بقا کو تلاش کر رہا ہے۔

.... ✡ ....

خُدا ہر سُو مومن کا مددگار ہے۔

.... ✡ ....

معصوم آنکھیں حیا کا پردہ واء کر دیتی ہیں۔

.... ✡ ....

پناہ مانگنے ہی سے میسر آتی ہے۔

.... ✡ ....

خالقِ بزرگ و برتر! اس دُنیا کو مخلوق کے لئے

جنت کا گہوارہ بنا دے۔

Marfat.com

اے مالک! تُو اپنی تلاش میں مگن انسان کا ہم سفر
ہونے کا شرف عطا فرما۔

.... ✡ ....

رُوح کو سیر اور جسم کو سیاحت کا درجہ حاصل ہے۔

.... ✡ ....

خُدا کے بندوں کو صرف ذہنی موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

.... ✡ ....

ایک ہی جہان کی مختلف سمتیں الگ الگ دکھائی دے رہی ہیں۔

.... ✡ ....

معصوم کے سکون کو برباد کرنے والے
مادی تصرّف کو موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

.... ✡ ....

معصوم نگاہ پر بے باکی سے جھانکنا، اذیت کا باعث بن جاتا ہے۔

.... ✡ ....

قوی رُوح نفس کو نڈھال کر دیتی ہے۔

Marfat.com

اے اللہ آفاق میں معصوموں کا جزیرہ کہاں واقع ہے؟

.... ۞ ....

روزِ روشن کا شب سیاہ پر اختتام اِس دُنیا کی بے ثباتی کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

.... ۞ ....

خیالات وافکار پر قُدرت والے کُلُّ شَیءٍ قَدِیُر تو نیک اعمال کی ترغیب وتوفیق عطا فرما۔

.... ۞ ....

محبوب کا عاشق ہونا کب درکار ہے؟

.... ۞ ....

بِینا آنکھ سے کوئی شے اوجھل نہیں رہ سکتی۔

.... ۞ ....

مشکوک ذرائع رزق کے متقاضی انسان کی میزبانی شیطان کا دسترخوان ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

سادہ لوح انسان کو لُوٹنے والا اپنے سے زیادہ طاقتور
راہزن کو مدِ مقابل پالیتا ہے۔

.... ۞ ....

رُوح کو نفس اور نفس کو رُوح کے حوالے سے جاننا محال ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی مُسافر مادہ پرست کے علم سے نابلد اور دُنیادار
رُوح کے علم سے جاہلِ مطلق ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

نفس کا عیش رُوح کا جہنم ہے اور یہ دونوں
ایک دوسرے سے گریزاں ہیں۔

.... ۞ ....

عاشق کا سوال ہی محبوب کا جواب بن جاتا ہے۔

.... ۞ ....

عادت کو لگن کی لگام دے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

سبب کو جانے بغیر مسبّب کی تلاش بے سُود ہے۔

.... ✡ ....

دردِ دل کا چراغ اور دماغ دُکھوں کا گھر ہے۔

.... ✡ ....

مخلُوق ہی خالق کا نشان ہے۔

.... ✡ ....

محبت پتھر کو موم اور نفرت موم کو پتھر بنا دیتی ہے۔

.... ✡ ....

بلّی کُتّے سے اور کُتّا چُوہے سے ڈرتا ہے۔

.... ✡ ....

بغیر لکڑی کا مکان، قبر کا نمونہ ہے۔

.... ✡ ....

ہیرا بننے سے قبل لکڑی کو بار بار جلنا پڑتا ہے۔

.... ✡ ....

رُوحِ انسانی کو تبسّم اور نفس کو اُس کی چال میں دیکھ۔

Marfat.com

علائقِ دنیوی کا شکار پنچھی پرواز سے قاصر ہے۔

.... ۞ ....

دانے پر پلنے والا پنچھی دوسرے کا نوالہ بننے پر مجبور ہے۔

.... ۞ ....

آیاتِ کریمہ کی بلاغت،
صاحبِ قرآن کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

.... ۞ ....

رسالت توحید کا سرچشمہ ہے۔

.... ۞ ....

انسانی حیات کی بقاء رُوحانی علوم کی تجدید ہی سے ممکن ہے۔

.... ۞ ....

اے اللہ حُزن وملال سے محفوظ رکھ۔

.... ۞ ....

جب ذہن کا طُور جل اُٹھتا ہے تو قلبِ اِنسانی
کلامِ خُداوندی کا متحمل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

نفسانی رقابت کا شکار رُوحانی رقیب بن جاتا ہے۔

.... ۞ ....

''مشاہدہ عمل'' ظاہری عمل کا محتاج نہیں۔

.... ۞ ....

بلّی اور یاقوت کا قصّہ قدیم ہے۔

.... ۞ ....

دردِ دل نفرت کے حجاب کو چاک کر ڈالتا ہے۔

.... ۞ ....

ظالم کا کوتوال، مظلوم کا رُوحانی ساتھی ہے۔

.... ۞ ....

ناز میں شانِ خُداوندی کی تعظیم وتوصیف
اور غرور میں سرکشی کا پہلو عیاں ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

مولا! دُکھیا رُوح دیدار کی طلب گار ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

رُخِ انور سے پردہ ہٹا دے مولا!

رُوحانی بیماریوں کا علاج

برگزیدہ چہروں کی زیارت میں پنہاں ہے۔

یونانی حکماء نے رُوحانی انکشافات کے کارنامے سرانجام دیئے

جبکہ موجودہ سائنسدان اِن کا مادی پہلو بیان کر رہا ہے۔

محبوبِؐ خُدا ہی مُحسنِؐ انسانیت کہلا سکتا ہے۔

اے اللہ عقل و شعُور کو اپنے عِشق کی حرارت

سے مزّین کر دے۔

بخشش عبادت سے مشروط ہے۔

Marfat.com

عِشق میں ''مرتبہ'' کا حصُول ناگزیر ہے۔

.... ۞ ....

حراء سے بدر تک کے مقام کا حامل
معراجِ انسانیت کی درخشندہ مثال ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی نعمت کا اظہار واجب ہے۔

.... ۞ ....

مادیت سے پراگندہ انسان پستی کی علامت ہے۔

.... ۞ ....

نُورِ نبوّت سے فیض یاب انسان بُلندیوں اور عظمتوں
سے آراستہ ہے۔

.... ۞ ....

شریعت اعمال پر اور طریقت خیالات پر قدغن لگاتی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کی مُسافت
مقامِ محمّدیؐ کی ابتداء ہے۔

۞

دُوسرے کی حالت پر شرمندگی فقر کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

۞

فقیر کا جائے امن پر قیام بھی دُشوار ہے۔

۞

دھرتی پر عورت، امبر پر زُہرہ دونوں ہی مجاز کے نشانات ہیں۔

۞

پہلے آسمان پر سُورج اور ساتویں آسمان پر
سُورجوں کے سُورج کا طواف جاری ہے۔

۞

یاقوت روشنی کا آئینہ ہے۔

۞

گھر، انسان اور جسم رُوح کی زینت سے آراستہ ہے۔

Marfat.com

مادیّت کے جمِ غفیر میں رُوحانی انسان گوہرِ نایاب ہے۔

.... ✡ ....

جسم میں جو مقام زبان کو حاصل ہے،
ویسے ہی نگاہ رُوح کی ترجمان ہے۔

.... ✡ ....

غذا جسم کا اور "ذکر" رُوح کا آبِ حیات ہے۔

.... ✡ ....

سُورج و زہرہ مرد و زن کے سے رشتہ کے مماثل ہیں۔

.... ✡ ....

دُوری والے کا ثواب مقرب کی کوتاہی جیسا ہے۔

.... ✡ ....

رُوحانیت میں نبوّت کو "مادیّت" میں سائنس سے
ارفع مقام حاصل ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

اس جہان میں مادہ کا حصّہ رُوح سے سات گُنا زیادہ رکھا گیا ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فقیر کی ہجرت نبیؐ کی ہجرت کے سایہ کی مانند ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

طاقتور پرندے کے لئے مضبوط جال کا ہونا لازم ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جنت میں آدم کو شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے پر اُکسانے والا، زمین پر اس کی جڑیں کاٹنے پر تُلا ہوا ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مایوس کا ہر حربہ تباہی کا نشان ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جسم رُوح کا قید خانہ ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دراصل بھلا کرنے والے کی بھلائی ہی مقصود ہوتی ہے۔

Marfat.com

عِشق رِشتوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

.... ۞ ....

دُکھی انسانیت سے کاروبار کرنے والا خدا کا دُشمن ہے۔

.... ۞ ....

عاشق دنیاوی معاملات میں سست اور
رُوحانی معاملات میں ہوشیار ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

خوف کا نکاس تکلیف پر مبنی جرأت کو جنم دیتا ہے۔

.... ۞ ....

عشقِ حقیقی مجاز کے راستے رُو پذیر ہو کر نفس کا شکار
ہونے کے بجائے نفس کو شکار کر لیتا ہے۔

.... ۞ ....

عشقِ حقیقی کے نشانِ مجاز سے نفسانی مباشرت سے
گزرنے والا برباد ہو جاتا ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

عشقِ حقیقی سے منسلک انسان جب نفسانی آلودگی کے ابتلا کا نظارہ کرتا ہے تو اس کی رُوح کی آہ و بکا عرش کو ہلا دیتی ہے۔

عبادت گاہِ حُسن کو جائے گناہ میں تبدیل کرنیوالا ابلیس کا ہمنوا ہے۔

دیدارِ خُداوندی سے فیض یاب آدمؑ ،نفسانی آلُودگی کا مرتکب ہو کر بہشت سے محروم کر کے زمین پر پھینک دیا گیا۔

زمین پر عشقِ حقیقی کی نشانی انسان پھر سے نفسانی آلُودگی کا مرتکب ہو کر دُنیا بھی کھو بیٹھتا ہے۔

دیدار کی جھلک سے محروم رکھنے والا حق بجانب نہیں ہو سکتا۔

نفس کو حُسن کی پاکیزگی سے فیض یاب ہونا کیونکر میسر آ سکتا ہے۔

Marfat.com

رُوحانی مُسافر کو لُبھانے والی ہمدرد صورت
کسی خدائی مددگار کا باعث بن جاتی ہے۔

.... ✡ ....

عاشق شدتِ عشق میں محبوب کی صورت کو حالتِ محویت میں
''پاتا'' ہے جبکہ صورتِ محبوب کے دیدار کا تعلق اِسی کیفیت
کے متشکل ہو جانے کا نام ہے۔

.... ✡ ....

حُسن عاشق کی نگاہ میں پنہاں ہے۔

.... ✡ ....

بیماری اور جہالت کے خلاف جہاد کرنے والے
کے نام کو فنا نہیں ہے۔

.... ✡ ....

عشق محبوب کے چہرے پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

ضمیر مُردہ ہو جائے تو اس کی جگہ ایسی قوت لے لیتی ہے
جو سزا دے کر بھی مُعاف نہیں کرتی۔

.... ✡ ....

فقیر کو رنج قُدرتی آفات کو غضب ناک بنا دیتا ہے۔

.... ✡ ....

عقل عِشق کی کیفیات کے لئے زہر قاتل ہے۔

.... ✡ ....

دُنیاوی مال و متاع پر للچانے والے گمراہ نفوس کا وہی اشیاء زحمت
بن کر پیچھا کرتی رہتی ہے۔

.... ✡ ....

نفس کا جہان رُوح کے لئے زندان ہے۔

.... ✡ ....

مہربان مُرشد کا تصرّف عقیدت مند کو گمراہ ہونے
سے بچا لیتا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

دُنیاوی خواہشات کی تکمیل پر شُکر سے عاری بیزاری نفسِ ناتواں کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

نفسانی لذات رُوح کی آماجگاہ کو برباد کر دیتی ہے۔

اے اللہ نعمت پر شُکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے مالک لذّتِ شُکر کی تاثیر سے بہرہ وَر کر دے۔

اے جلال و جمال کے مرکز، جمال حُسن کے پردہ کو ہٹا دے۔

عاشق کو دیدار سے محروم کرنے والا کب ثابت قدم رہ سکتا ہے۔

محبوب کی بے پروائی اُسے ہوس پرست کی رقابت کے شر سے محفوظ رکھتی ہے۔

Marfat.com

محبوب کا چہرہ خُدا کے گھر کے راستے کا دَروازہ ہے۔

ہجر کے مریض کے لئے محبوب کی نگاہ آبِ حیات سے کم نہیں۔

عاشق کی آنکھ محبوب کے چہرے پر مرکوز رہنے کی بناء پر
اس کے جِسم سے لاتعلّق رہتی ہے۔

محبوب کی بے پروائی آخر کار عاشق کو بے پروا بنا کر
مقامِ محبوبیت پر فائز کردیتی ہے۔

عِشق رُوحانی ہونے کی بنا پر ہمیشہ رشتۂ ازدواج
سے لاتعلق رہتا ہے۔

روشنی کی مانند درویش کی صحبت بھی چہروں پر سے
نقاب ہٹا دیتی ہے۔

Marfat.com

کوئی شخص درویش کے سامنے اپنا اصل چھپانے پر قُدرت کھو بیٹھتا ہے۔

.... ۞ ....

نفس عادت کا غُلام ہے۔

.... ۞ ....

رُوح عِشق کی تاثیر ہے۔

.... ۞ ....

عِشق حاجت سے امیر ہے۔

.... ۞ ....

سب سے بڑا محتسب مردِ صالح کا ضمیر ہے۔

.... ۞ ....

مشقّت کے بغیر حاصل شُدہ نعمت ضائع ہو جاتی ہے۔

.... ۞ ....

طاقت وَر رُوح نفسِ انسانی کو اپاہج بنا دیتی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

مماثل رُوح جوگ میں گاڑی کا دوسرا پہیہ ہے۔

جِنسی رقابت حیوان سے مستعار لی ہوئی
انسانی جبلّت ہے۔

جنس باعثِ تخلیق اور محبت افزائشِ نسل کا پیش خیمہ ہے۔

جنس اور محبت کے فرق کو نہ جاننے والے افراد
حیوانی سطح پر زندگی گزارتے ہیں۔

مکاری اور بُزدلی منافقت کی علامات ہیں۔

معصومیت کا فقدان چہرے کے خدوخال تبدیل کر دیتا ہے۔

اَن گِنت نفسانی خواہشات جہنم ہی کا دوسرا نام ہے۔

Marfat.com

وہم اور شک انسان کو اپنی ہی پراگندگی کردار کے باعث ہیں۔

.... ۞ ....

خوبصورتی خدوخال کی موزونیت اور حُسن معصوم رُوح کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

.... ۞ ....

بابل کے کنوئیں میں لٹکے ہوؤں کو چاند کے مقرب ستارے کا درجہ کیونکر حاصل ہوسکتا ہے۔

.... ۞ ....

مادہ میں محبت ہوس پر غالب ہے۔

.... ۞ ....

صداقت کی تلاش کسی صادق کے واسطہ ہی سے ممکن ہے۔

.... ۞ ....

پیغمبرؐ کے فرمودات پر بحث کج روی کی علامت ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

عالم کی حقوق اللہ سے حقوق العباد تک کی دُنیاوی مسافت اور صُوفی کا حقوق العباد سے حقوق اللہ تک کا سفر ناگزیر ہیں۔

.... ✡ ....

حقوق العباد سے نفسانی تربیت اور حقوق اللہ سے
رُوحانی تمکنت وطمانیت حاصل ہوتی ہے۔

.... ✡ ....

عِشق مجازی پیاسی رُوح کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

.... ✡ ....

فریب پر مبنی خلوص میں اگر اتنی کشش پنہاں ہے
تو حقیقی میں کس طرح جلوہ نما ہوتی ہوگی۔

.... ✡ ....

الوہیت سے مستعار لی ہوئی ممتا تخلیق کی اصل بُنیاد ہے۔

.... ✡ ....

فریبِ ہستی سے مسحُور متلاشی حق سکونِ قلب سے
کیونکر ہمکنار ہوسکتا ہے؟

Marfat.com

مومن کو معراج، خُدا کے فضل ہی سے نصیب ہو سکتی ہے۔

.... ✡ ....

سجدے میں گریاں گنہگار، متکبّر زاہد سے بدر جہا افضل ہے۔

.... ✡ ....

صلوٰۃ کے بغیر نجات ناممکنات میں سے ہے۔

.... ✡ ....

رُوح کا بیان مشکل ترین اور مشاہدہ
آسان ترین حالتوں میں سے ہے۔

.... ✡ ....

رُوحانی فراق کا مجازی صُورتوں سے سیراب ہونا
ناممکنات میں سے ہے۔

.... ✡ ....

رُوح بے صُورتی میں ڈھل کر اپنی اصل کو پالیتی ہے۔

.... ✡ ....

صورت کے حوالے سے وصلِ رُوح سراب کی مانند ہے۔

Marfat.com

ناسُوتی جہان میں جہانِ باطن کے متعین فیصلوں کا اطلاق ہی نافذ العمل دکھائی دے رہا ہے۔

دیدار کی متمنّی ارواح کا مقدّر بے قراری کے سوا کچھ بھی نہیں۔

عنقا کی طرح اِس جہانِ فانی میں اخلاص ناپید ہے۔

کسی سانحہ کو رسم یا عقیدہ بنانے کے بجائے اِس نفسانی جبلّت کی تصعید بدر جہا بہتر ہے جس کی بناء پر ظلم برپا ہوتے ہیں۔

حاکم کے افعال کی جزا و سزا عام فرد کے افعال سے کروڑوں گُنا زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ایک کا اجتماعی زندگی اور دُوسرے کا فعل چند افراد پر اثر انداز ہوتا ہے۔

Marfat.com

عظمت کی علامت کسی فرد کی معاشرے میں اُس کی مادی حیثیت کی بجائے بلندیٔ کردار ہے۔

.... ۞ ....

تخلیق کی بُنیاد محبت کی صفت پر استوار کی گئی ہے۔

.... ۞ ....

اے اللہ اِس جہان کو انسانیت کا مسکن بنا دے۔

.... ۞ ....

آدم جنسی ہوس کی کثافت کا مرتکب ہو کر جنت الفردوس سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

.... ۞ ....

رُوحانی تسکین نفسانی پاکیزگی ہی سے میسر آتی ہے۔

.... ۞ ....

ظلم کی بُنیاد خوف اور بُزدلی پر ہی رکھی گئی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

راہِ حق کی قدر و منزلت سے آگاہ انسان ہی جاں نثاری
پر آمادہ ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

قرآن کریم کی ایک سورۃ شریفہ ہی
دُنیا کے تمام علوم سے جامع ہے۔

.... ✡ ....

قلبِ انسانی ہی اللہ کے پاک کلام کا متحمل ٹھہرایا گیا۔

.... ✡ ....

اجتماعی بے صُورتی نے ممتا کے روپ میں
انفرادی صُورت دھار لی۔

.... ✡ ....

نفسیاتی علوم صرف انسانی نفس ہی کی تشریح و تحقیق پر مبنی ہیں
جبکہ رُوحانیت کے ساتھ اِن کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

.... ✡ ....

Marfat.com

انسانی دانش کا اقوال کی صُورت میں اظہار بلاغت کا بہترین نمونہ ہے۔

.... ۞ ....

موت سے ڈرنے والا زندگی کو کیونکر عزیز رکھے گا۔

.... ۞ ....

نفی اثبات کے اظہار کے وقت پسِ پردہ قوت کا ادراک ہونا بھی اشد ضروری ہے۔

.... ۞ ....

صداقت کے مظہر کو سچ بولنے کے ساتھ ساتھ سچ سُننے کا بھی متحمل ہونا چاہیے۔

.... ۞ ....

مایوس و نا اُمید کی تلاش دَر بدر ٹھوکریں کھانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

.... ۞ ....

Marfat.com

خلوص اور صداقت پر مبنی مجالس کے آداب کا بجالانا
سلوک کے راستوں میں لازم ہے۔

ذاتی انا دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے قبل
اپنے آپ کو مجروح کرتی ہے۔

راہنما سے بحث کے اُلجھاؤ میں پڑنے والا
مشاہدہ کے تجربہ سے محروم رہتا ہے۔

رُوحانی ہم سفر کے لئے، ہم خیال ہونا ضروری ہے۔

مقدس مقامات کے تقدس کو پائمال کرنے والا
بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔

نفسِ امّارہ سراپا غلاظت ہے۔

Marfat.com

رُوحانی پاکیزگی نفسانی آلودگی کو دھو ڈالتی ہے۔

.... ۞ ....

اخلاص حکمت کا انمول خزانہ ہے۔

.... ۞ ....

غلاظت پر فریفتہ پراگندہ نفس رُوح کا حق چھیننے کے دَرپے ہے۔

.... ۞ ....

عورت اور مرد کی تخلیق نفسِ واحدہ کا کرشمہ ہے۔

.... ۞ ....

دُنیا کی لُبھانے والی اشیاء سے اُکتاہٹ رُوحانی مسافروں کا ازلی حصّہ ہے۔

.... ۞ ....

نادانی انسان کو بار بار عادت کی طرف لوٹاتی رہتی ہے۔

.... ۞ ....

خواہشات پر قابُو پا جانے والا ہی انسانیت کا مسیحا ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

وہ دن ضرور آئے گا جب انسان کھانے پینے سے مبرّا
اور غلاظت سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت کی حدوں کو
پھر سے چُھو لے گا۔

خُدا کو تلاش کرنا ہے تو دُکھی اور شکستہ دلوں میں ڈھونڈ۔

فقرا کے آستانوں پر دردِ دل کی نعمت میسر آتی ہے۔

شعُور کا دوزخ بھرنے کے بجائے رُوح جیسے گوہرِ نایاب
کی بازیابی کا گُر سیکھ!

ذہن اذیت اور قلب تسکین کا منبع ہے۔

خُدا کی قسم محبت اور خلوص سے بڑھ کر میٹھا
اور کوئی دُوسرا میوہ ہے ہی نہیں۔

Marfat.com

محبت کے مظہر کا مُنکر کانٹوں کی راہ کے سفر پر گامزن ہے۔

.... ۞ ....

نفس کی انتہائی عزیز ترین اشیاء زن، زر اور زمین
رُوحانی آزادی کی ازلی دُشمن ہیں۔

.... ۞ ....

سالک اور مجذُوب کا بُنیادی فرق صفائی ہی میں پنہاں ہے۔

.... ۞ ....

نفرت اور غلاظت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

.... ۞ ....

بشری تقاضوں سے گریزاں شخص رہبانیت
کا شکار ہو جاتا ہے۔

.... ۞ ....

اے مالک! کم ظرف آزمائش کا متحمل کیسے ہوسکتا ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

وسوسے اور ادراک کے دقیق فرق سے نابلد شخص

غلط نتائج اخذ کرتا رہتا ہے۔

.... ۞ ....

خیال کے ظہور پذیر ہونے سے قبل ایک حالت ایسی بھی ہے

جو اس کو تبدیل کر سکتی ہے۔

.... ۞ ....

کُتّا نفس پرنثار اور بلّی رُوح سے سرشار ہے۔

.... ۞ ....

عالمِ بےعمل کی اپنی غلاظت نفس کے باوجود دُوسروں کو نصیحت،

بے ثمر درخت کے مانند ہے۔

.... ۞ ....

محبت سے رحم اور نفرت سے غصّہ جنم لیتا ہے۔

.... ۞ ....

فضلِ خُداوندی کبھی کبھی سالک کی خواہشِ نفس کے باوجود بھی

شیطان کو اس کے قریب پھٹکنے نہیں دیتا۔

Marfat.com

اخلاص واخلاق کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

⁂

متکبّر کی ہم نشینی عذابِ عظیم ہے۔

⁂

شیطان کی متلاشی حق کو بارہا گمراہ کرنے کی کوشش کے باوجود عاشقِ صادق فضلِ خُداوندی سے اپنی لگن میں مگن رہتا ہے۔

⁂

ہر وہ شے جو نفس کو لبھاتی ہے نفس کے مقام کی پہچان ہے۔

⁂

خیر کی راہ دکھانے والا، ابلیس کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

⁂

نفس آسائش اور تکلیف دونوں حالتوں میں گمراہی کے درپے رہتا ہے۔

⁂

نفس پرست خوشامد سے پھُولا نہیں سماتا۔

Marfat.com

حج کی سعادت کے لئے شیطان پر تین بار پتھر برسانا شرط ہے۔

خُدایا ہجر کی سِسک کو وصل کی مہک سے ہمکنار فرما۔

عرفانِ پیغمبر سے رُوح کی باریابی اور ہوسِ نفس
کی نفی درکار ہوتی ہے۔

فقیر غیرتِ خُداوندی سے متصف ہوتا ہے۔

محبت، انسان تو درکنار جانوروں کو بھی اسیر بنا لیتی ہے۔

آئیڈیل کی شدت باطن پر اثر پذیر ہو کر
ظاہری صُورت کو بھی اس کے مماثل بنا دیتی ہے۔

Marfat.com

صاحبِ کتاب کامل درویش سے بیعت
ان کے وصال کے بعد بھی ممکن ہے۔

.... ۞ ....

عشق سے بے بہرہ اور کرامت کا متمنّی
رُوحانیت کا متلاشی نہیں ہوسکتا۔

.... ۞ ....

عاشقِ بامراد کے لئے موت ایک پڑاؤ ہے۔

.... ۞ ....

لقاء حضورؐ کی بخشش سب تمنّاؤں کا حاصل ہے۔

.... ۞ ....

صاحبِ کتاب عاشقِ صادق اپنے کلام کی صُورت میں
زندۂ جاوید ہستی ہے۔

.... ۞ ....

ولی اللہ کی رُوح زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

دُنیا سے اُکتا کر رُوحانیت میں پناہ حاصل کرنے والا

اگر پھر سے دُنیا کا طالب ہے تو منزل گمراہی میں ہے۔

حصُولِ علم کے لئے دُنیا کی سیاحت عبادت سے کم نہیں۔

احسان فراموش، ہمدرد اور مخلص دوستوں کی

قرابت سے محروم ہو جاتا ہے۔

عیّار انسان اپنے گرد ایسا حصار کھڑا کر لیتا ہے

جس میں بالآخر خود ہی دفن ہو جاتا ہے۔

شیطان کا پیروکار مختلف مقامات پر اپنا موقف

تبدیل کرتا رہتا ہے۔

عاشق پر منتر پھونکنے والے کا علم ساقط کر دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

فقیر کو نادان گردانے والا احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔

.... ۞ ....

مخلص کے ساتھ منافقت خُدائی غیظ و غضب کو للکارتی ہے۔

.... ۞ ....

کسی نے کسی کو دیکھا، کسی نے کسی کے دیکھنے کو دیکھا،
تو دونوں کا فرق واضح ہوتا چلا گیا۔

.... ۞ ....

نفس پرست کی نصیحت جہالت کی علامت ہے۔

.... ۞ ....

کام، کرودھ، لوبھ، موہ، ہنکار ایک ہی موذی سانپ کی
مختلف سُوراخوں سے ڈسنے کی کوشش ہے۔

.... ۞ ....

اشیاء کی حقیقت کچھ اور ہے اور دکھائی کچھ اور دیتی ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

شیطان جب گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے،

تو مخلص متلاشی حق کو خُدا اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

کم ظرف کی حرکات ہی اُسے بے نقاب کر دیتی ہیں۔

رسُومات کو عادت بنانے والا حقیقت کے ادراک سے

ہمیشہ نابلد رہتا ہے۔

عامل کا سارا عمل سُورج گرہن کے مانند ہے۔

سخی محتاج کا محتاج ہونے کے باوجود حاجت روا کا اہم کردار ہے۔

مال وزر کی محبت میں مبتلا والدین کی اولاد

شفقت سے محروم رہ جاتی ہے۔

Marfat.com

رُوح کا واسطہ بھی اگر نُطفہ کے حوالے سے ہوتا
تو سگے بھائیوں کے اعمال میں یکسانیت پائی جاتی۔

مرنے سے، موت کا خوف زیادہ تکلیف دہ ہے۔

انسانوں کی بھیڑ میں انسانیت
دم توڑتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

نفس پرست سے درویش کی صُحبت گدھ اور شہباز کی
رفاقت کے مترادف ہے۔

مادیت پسند انسانوں کا یہ ہجوم دُنیا کو جہنم بنا کر ہی چھوڑے گا۔

دورِ حاضر میں سیاست کو عبادت قرار دینے والے
کوّے کو باز کہنے پر مصر ہیں۔

Marfat.com

کمینے مفلس سے سخی مالدار بدرجہا بہتر ہے۔

لالچ اور ہوس پرستی کا اگر یہی معمول رہا تو آدم کو بہت جلد جنت کی طرح اِس دُنیا سے بھی نکال دیا جائے گا۔

منافق مُسلمان ہی اِسلام کا بدترین دُشمن ہے۔

بندگی رُوحانی بالیدگی اور ہوس نفسانی آلودگی ہے۔

آدم نما بھیڑوں کا ریوڑ آخر کار کرّہٗ ارض کے قصاب خانے کی نذر ہو جائے گا۔

دُنیا کی جنت نظیر وادیوں کو انسان کیوں قتل گاہوں میں تبدیل کرنے پر تُلا ہوا ہے۔

Marfat.com

خلوص و محبت سے عاری زندگی ایک ڈراؤنے خواب کا
رُوپ دھار چکی ہے۔

.... ✡ ....

انسان نما درندہ اِس دُنیا پر قیامت سے قبل ہی
قیامت برپا کئے ہوئے ہے۔

.... ✡ ....

مغربی دُنیا دراصل سُورج کے مشرق کی بجائے
مغرب سے طلوع ہونے کا خواب دیکھ رہی ہے۔

.... ✡ ....

غروب، طلوع پر کیسے بازی لے جاسکتا ہے؟

.... ✡ ....

مشرق تخلیقی اعتبار سے وقت اور زمانے میں
مغرب سے آگے ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

ازلی طور پر طلوع کا تعلّق رُوحانیت سے
اور غروب کا مادیت سے رکھا گیا۔

بندگی سے عاری لوگوں کا ہجوم مکڑیوں کی یلغار کی مانند ہے۔

خدایا! امن و آشتی کے حقدار اِس جہان کو پھر سے
جنتِ ارضی کا نمونہ بنا دے۔

جہانوں کے خالق اس دُنیا کو نیک دل انسانوں کی
بستی میں تبدیل کر دے۔

کرنسی استحصالی قوتوں کا بدترین ہتھیار ہے۔

پراگندہ خیالات انسانی ذہن کو باولے کُتّے کی مانند
پریشان رکھتا ہے۔

Marfat.com

انسانیت کے مُنہ سے روٹی کا نوالہ چھیننے والے کا شکم جہنم کی سی بُھوک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حرص و ہوا کا سب سے تر نوالہ حریص کا اپنا وجود ہوتا ہے۔

نفسِ انسانی کی سب سے مرغوب غذا غلاظت سے بھرپور ہوتی ہے۔

مجازی محبوب کی بے وفائی کا رونا رونے والا غیروں سے کیسی کیسی توقعات وابستہ کئے بیٹھا ہے۔

مخلوقات کو مناسب رزق کے تناسب کے ساتھ تخلیقی عمل سے گزارا گیا، مگر ناشکرا انسان عدل سے عاری تقسیم سے اپنے جیسے انسانوں کو غربت و افلاس سے بُھوکوں مارنے کی کوشش میں مصروف نظر آ رہا ہے۔

Marfat.com

رُوحانی متلاشی کا دُنیا دار ہم سفر نتیجتاً مادی حصول پر
اس کے محرک سبب کا بدترین دُشمن ثابت ہوگا۔

.... ۞ ....

صفتِ رزاقی پر مخلوقات کا تصرّف چیونٹی کے مُنہ میں
دانے سے بھی کمتر ہے۔

.... ۞ ....

روزِ اوّل سے ہر روگ کا علاج بھی اِسی میں رکھ دیا گیا۔

.... ۞ ....

شہد کی تخلیق اور اس کا تصرف کرنے والی مکھی میں
بڑا ہی بُنیادی فرق ہے۔

.... ۞ ....

جوگ کا نشان اطمینان میں پنہاں ہے۔

.... ۞ ....

فقیر کے گرد دُنیادار کھیتی کی باڑ کی مانند ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

رُوح کا زخم نفس کی مرہم پٹی سے کیونکر مندمل ہوسکتا ہے۔

رُوحانی اطمینان کے لئے مروّجہ نظام کو یکسر تبدیل کرنا ناگزیر ہے۔

مادہ پرست دُنیا میں انسانوں کا جینا محال ہوتا جا رہا ہے۔

کرّۂ ارض پر انسانیت کا سب سے بڑا دشمن بھی انسان ہی ہے۔

انسان دورِ حاضر میں بڑی تیزی سے فطرت سے دُور ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔

خواب میں محبوب کی صُورت میں دکھائی دینے والا خیال، ظاہر میں محبوب کی صُورت کے دیدار سے پیدا ہونے والے، خیال کا ہی تسلسل معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

مادیت میں امن کے متلاشی، جہنم میں گلزار کی جھلک کے طالب
نادان کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

جاہل و فاسق جب ناصح بن بیٹھیں تو عاقل و دانش مند کی شناخت
کوّے میں باز دیکھنے کی سعی لا حاصل ہے۔

قوم کے کردار کا بہترین نمونہ حاکم کی صُورت
میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

ظاہر میں لبھانے والی محبوب صورت،
باطن میں خوبصورت خیال ہی کا تسلسل ہے۔

لامحدود کی حدوں کا تعین ہی سرے سے نادانی ہے۔

Marfat.com

نظارے کا تعلّق صرف آنکھ سے ہے مگر مشاہدہ کے لئے
مکمل حواس کا ادراک ضروری ہے۔

.... ۞ ....

تشنۂ تکمیل خواہشات انسان کو در بدر پھرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

.... ۞ ....

در حقیقت انسانی خارجی صُورت کے بجائے
اپنے آپ ہی سے پیار کر رہا ہوتا ہے۔

.... ۞ ....

ایک محرم حال کا ساتھ لاکھوں نا آشناؤں کی صحبت سے بہتر ہے۔

.... ۞ ....

حسین کا حُسن، فنکار کا فن اور صاحبِ حال کی ''دولت''
ایک ہی نعمت کے مختلف رُوپ ہیں۔

.... ۞ ....

جُوں جُوں جانداروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے،
تُوں تُوں آسمانوں پر ستاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

Marfat.com

لامحدود کی حدود کے تعین کے ساتھ ہی اگلی لامتناہی حدوں کا سلسلہ شروع ہو کر حدوں کو لامحدود میں بدل دیتا ہے۔

محبوب کو خارج کی بجائے خود میں تلاش کرنے سے ہی وصل نصیب ہونا ممکن ہے۔

عشقِ حقیقی میں ملاپ نہ ہونا خود کو دوسرے میں دیکھنے کی تمنائے لاحاصل ہے۔

قومی کردار کی عکاسی کا حامل کسی قوم کے کردار کا اصل نمونہ ہوتا ہے۔

یاحیُّ و یاقیّوم مجھے جسمانی وروحانی بیماریوں سے محفوظ فرما۔

Marfat.com

اعزازات حاصل کرنے والوں کو نظر انداز کرنے والی قوموں سے وہ اعزاز چھن جایا کرتے ہیں۔

نذرانے کے مستحق افراد سے جب حکومتی کارندے زبردستی رشوت لینے لگیں تو حکمرانوں کا انجام دُنیا کے لئے نشانِ عبرت بن جایا کرتا ہے۔

اکثر لوگوں کو کھیل کُود میں مبتلا کر کے انجام سے بے خبر کر دیا جاتا ہے۔

دُنیاوی شہرت کے ہیرو رُوحانی ہستیوں کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔

کینسر کے شفا خانوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اس مرض کے اسباب کا بھی قلع قمع ضروری ہے۔

Marfat.com

حرص و ہوا کے پُجاری مرد اور عورت کی حکمرانی
بتدریج زوال کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

جب قومیں احسان فراموشی کی مرتکب ہوتی ہیں
تو انسانیت کی محسن ہستیوں کو پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے۔

آزمائش کی گھڑی میں اپنے دعوؤں کے برعکس جو لوگ
دشمن کے ساتھ کندھا ملائے کھڑے نظر آئیں
تو آستین کے ان سانپوں سے ہوشیار رہنے ہی میں بھلائی ہے۔

خدا جب شیطان کے پیروکاروں کو ڈھیل دیتا ہے تو وہ
خُدا کی بجائے شیطان کی حکمرانی کے دعوے کرنے لگتے ہیں۔

یا مالِکِ النَّاس! جادُو اور وسواس کے شر سے محفوظ فرما۔

Marfat.com

مادی ترقی رُوحانیت کو جھٹلانے کے زعم میں مبتلا ہو کر

سب کچھ گنوا بیٹھے گی۔

.... ✡ ....

جسم کی غذا خوراک اور رُوح کی غذا ذکرِ خُداوندی ہے۔

.... ✡ ....

گزری ہوئی ہستی کی تلاش درکار ہے

تو اس کو اپنے باطن میں ڈھونڈنے کی سعی کر۔

.... ✡ ....

اُستاد کی دل شکنی علم جیسی دوَلت سے محروم کر دیتی ہے۔

.... ✡ ....

خلاصہ کائنات اپنی تفصیل کو جاننے کے لئے

بڑا ہی بے تاب ہے۔

.... ✡ ....

استاد کا بے اَدب طالب علم والدین سے کیسے مؤدب ہو سکتا ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

اولاد کی ذمہ داری سے فرار کا آرزومند،
اولاد کی اولاد کے مخمصوں میں پھنسا دیا جاتا ہے۔

.... ✿ ....

رُوحانیت کے نام پر آزادی حاصل کر کے دُنیاوی اُمور میں لمحات
ضائع کرنے والا اصل میں اپنے ہی دامِ فریب کا شکار ہے۔

.... ✿ ....

رُوحانی ہستیوں کے شکار پر نفسانی کُتّے کیونکر للچا سکتے ہیں؟

.... ✿ ....

رحیم کی صفت کے مظہر کو مصیبت میں گرفتار دشمن پر بھی
ترس آتا ہے۔

.... ✿ ....

لالچی افراد کی ہلاکت کے اسباب کے پیچھے دوڑنے والے کو
گمراہی کے اندھیروں میں پھینک دیا جاتا ہے۔

.... ✿ ....

Marfat.com

بسا اوقات عبادت گاہوں میں رب العالمین کے حضور بعض لوگوں کو مخلوقِ خُدا کے لئے بددُعائیں مانگتے سُنا گیا ہے۔

انسانی جذبات کے اظہار کے سامنے عقلِ عیار کے بند ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔

ملاقات کے اوقات میں ناشکری کی حالت میں مبتلا ساتھی رُوحانی بیزاری کا باعث بنتے ہیں۔

رُوح کے بغیر عبادت مُردہ لاش کی مانند ہے۔

بعض کوتاہ اندیش دُوسروں کے احسانات کو اپنا استحقاق سمجھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

کینسر کا سبب بننے والوں کا اس مرض کی بیخ کنی
کرنے والوں سے کیا رشتہ ہوسکتا ہے۔

.... ✡ ....

بلڈ پریشر، شوگر اور دُوسرے امراضِ قلب کی طرح
کینسر بھی رُوحانی بیماریوں کے زمرے میں آتا ہے۔

.... ✡ ....

ادراک اور وسوسوں کا ماخذ الگ ہونے کے باوجود
ایک نظر آتا ہے۔

.... ✡ ....

عشق ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔

.... ✡ ....

دانا کھیل کُود سے عاقبت سنوارنے اور نادان ذاتی مفادات
حاصل کرنے کی کوشش میں مگن رہتا ہے۔

.... ✡ ....

دوست دُشمن کا ساتھی نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

محبوب کا خُدا حافظ کہنا قیامت سے کم نہیں۔

رُوحانی صُورت پر ذلیل نفس کی رغبت لالچی کُتّے کی مانند ہے۔

درحقیقت محبوب ہی عاشق کو رقیبوں کے دَر پر
ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

شیطان نفسانی خواہشات کے حصول کے لئے ہی
عبادات کا سہارا لینے پر مجبور نظر آتا ہے۔

ٹھوکریں کھانے اور مارنے والے آخر کار
اپنے اپنے انجام کو پا لیتے ہیں۔

اگر ہار جیت کھیل کا جزو لانیفک ہیں
تو پھر ہارنے کے بعد حزن و ملال کے کیا معنی؟

Marfat.com

محبوب کی نگاہ رُوح کا آبِ حیات ہے۔

.... ۞ ....

رُوحانی اور مادی زندگی کا اعتدال ہی اِسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

.... ۞ ....

وساوس کا شکار وسوسہ غلط ثابت ہونے پر بھی اُس پر مُصِر رہتا ہے۔

.... ۞ ....

بعض لوگوں نے دین جیسی مقدس شے کو بھی

ذاتی اغراض کے تابع کر دیا ہے۔

.... ۞ ....

مخلوق کو ضرر پہنچانے والے عامل کو درویش بڑی دانائی سے بے

بس کر دیا کرتے ہیں۔

.... ۞ ....

رُوحانی سفر میں ہچکچاہٹ نفس پرستی کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

.... ۞ ....

کچھ افراد کی نگاہ بچھّو کے نیش سے بھی زیادہ اذیت ناک ہے۔

Marfat.com

چار چشم کی نگاہ جب ایک ہو جائے تو عِشق کا رشتہ
استوار ہو جاتا ہے۔

.... ✡ ....

دھوکہ باز بالآخر اپنے ہی دھوکے کا نوالہ بن جاتا ہے۔

.... ✡ ....

نفس کی بیزاری رُوحانی صحت کی علامت ہے۔

.... ✡ ....

روزِ اوّل سے رُوح کی معراج معصومیت پر اور
نفسانی پراگندگی کی بُنیاد عیّاری پر رکھ دی گئی ہے۔

.... ✡ ....

جب تیرے نفس کا رزق مقرر ہے،
تو پھر تیری کوشش رُوحانی رزق کے لئے درکار ہے۔

.... ✡ ....

جب رُوح نفس پر غالب آنے لگے
تو جسمانی لباس کے رنگ ڈھنگ کی تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اِس جہان میں رُوح کا لباس جسم اور اُس جہان میں
ذات کا لباس یقیناً رُوح ہو گی۔

جنت و دوزخ، راستے کے پڑاوٴ ہیں۔

حور و غلماں حُسنِ ازل کے پرتو ہیں۔

آواز کے لہجے کا تلخ و شیریں ہونا زبان کی بجائے
کان کے استعمال پر منحصر ہے۔

اگر تیرا کعبے کا طواف دُرست ہے
تو پھر تُو یہود و نصاریٰ کے تلوے چاٹنے پر کیوں مجبور ہے۔

نفس کی رغبت مغرب کی جانب اور رُوح کا میلان
مشرق کی طرف فطری ہے۔

Marfat.com

بادو باراں کو وصل اور خشک سالی کو
پیچ و تاب کے لئے وقف جان لے۔

.... ✡ ....

دُنیاوی رزق کا فوری حصول رُوحانی جوئے کے بغیر ممکن نہیں۔

.... ✡ ....

خلقِ خُدا کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنے والے کے انجام
کا ہیبت ناک ہونا لازمی ہے۔

.... ✡ ....

حقیقت پر مبنی پیش گوئی نعمتِ خداوندی ہے۔

.... ✡ ....

جب رقیب اتوار کو ملاقات کا متمنی ہے
تو پھر محبوب تیرا ہے یا رقیب کا؟

.... ✡ ....

جمعرات رُوحانی اجتماع سے منسوب ہے۔

.... ✡ ....

Marfat.com

خواب کی صُورت میں دکھائی دینے والا خیال
بیداری میں بھی صُورت سے خیال ہی اخذ کر رہا ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

انسانی فطرت میں عشق مرد و زن کی باہمی کشش کا نتیجہ ہے۔

.... ✡ ....

معصومیت، عاشق کی آنکھ کا کرشمہ ہے۔

.... ✡ ....

رُوحانی فرزندِ صادق دین و دُنیا کی وراثت کا حقدار ہوتا ہے۔

.... ✡ ....

عشق کا نشہ رُوح کے لئے مختص کر دیا گیا ہے۔

.... ✡ ....

رُوحانی رُکاوٹ کا باعث بننے والے کا علم ساقط کر دیا جاتا ہے۔

.... ✡ ....

جہاں شہد بنانے والی مکھّی کا حاصل اس کی نسل کی افزائش پر
صَرف ہوتا ہے، اس مقام کو امن و سکون کا گھوارہ بنا دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

بُلبل، بلّی، شہد کی مکھّی تینوں ہی مُبارک
مقامات پر بسیرا کرتی ہیں۔

.... ۞ ....

رُوح بلّی پر اور نفس کُتّے پر فریفتہ ہے
اور ان کی باہمی رغبت ہم جنسیت کی بناء پر ہے۔

.... ۞ ....

دن کی نیند نفس کے لئے اور رات کی نیند
رُوح کی بیزاری کا باعث بنتی ہے۔

.... ۞ ....

راتوں کے جاگنے والوں کا ستارہ شمس،
صبح دم طلوع ہو کر اندھیروں کو سویروں میں بدل دیتا ہے۔

.... ۞ ....

تندرستی کا شُکر ادا نہ کرنے والا
بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔

.... ۞ ....

Marfat.com

نیک سیرت اولاد اللہ کی خاص نعمتوں

میں سے ایک ہے۔

نادان کا رگ و ریشہ تبدیل کرنے کے بجائے

اپنے آپ کو راستی پر گامزن کر۔

مقدس مقامات پر پژمُردہ دکھائی دینے والے چہرے

شیطانی مسکنوں پر جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔

خُداوند! خواہشِ نفس کے بجائے وہ چیز عطا فرما

جو میرے لئے بہتر ہے۔

میرے مولا خطا کار کو خوف کی بجائے

رحم سے راہِ ہدایت پر گامزن فرما۔

Marfat.com

اے اللہ نفس کی سیرابی کو رُوح کی راحت میں بدل کر طمانیت قلب عطا فرما۔

.... ۞ ....

کُل عالموں کے ربّ! اپنے نام لیواؤں کے اہل وعیال پر سلامتی فرما۔

.... ۞ ....

میرے مالک نفسانی شر اور رُوحانی فیض کے دقیق فرق سے روشناس فرما۔

.... ۞ ....

اے اللہ! ہجر کی آگ سے جلے ہوئے سینوں کو وصل کی ٹھنڈک عطا فرما۔

.... ۞ ....

رحیم وکریم! بندہ اتنی ساری کوتاہیوں اور لغزشوں کا کفارہ ادا کرنے کے قابل نہیں، ہم گنہگاروں کو اپنی رحمت کے صدقے مُعاف فرما۔

.... ۞ ....

Marfat.com

ذہن کوہ طُور کی مانند جل چُکا ہے، سسکتی ہوئی رُوح کو
اپنے پاک دیدار سے فیض یاب فرما۔

.... ✡ ....

خُدایا! تیری رحمت کو نیک نیت کے عمل کا
ضیاع کیسے گوارا ہوسکتا ہے۔

.... ✡ ....

اَن گنت ستاروں کو روشن کرنے والے مولا
خاکپائے وارث شاہؒ کے دیئے کو بھی روشن فرما۔

.... ✡ ....

اَلَآ اِنَّآ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْن
کی نوید سنانے والے خوف سے امن کی جانب گامزن فرما۔

.... ✡ ....

ربّ شکُورا اپنے عاجز و مسکین بندے کو اپنے کرم سے
دین و دُنیا کی دولت سے مالا مال فرما۔

.... ✡ ....

Marfat.com

حاجت مندوں کے درماں خُدایا! اپنے سوا کسی اور کا محتاج نہ کر۔

رحمتوں کے بحرِ بے کنار! اپنے فضل و کرم سے
دین و دُنیا میں سرفراز فرما۔

مالکِ کون و مکاں اپنے فضل سے اسم با مسمیٰ بنا دے۔

حسنِ ازل! دیدار کے طالبوں کو وصل کی نوید سُنا۔

شامِ الم کو صبحِ صادق میں بدل دے میرے مولا۔

مخلوقات کے خالق! مخلوقات کے اسرار و رموز سے
آگاہ فرما کر حقیقتِ اولیٰ سے روشناس کر دے۔

Marfat.com

حُسن و جمال کے مالک! رُخِ انور سے پردہ ہٹا کر
اداس رُوح کو سوز و مستی سے نہال کر دے۔

.... ۞ ....

جہانوں کے وارث! دین و دُنیا کی وراثت کو اپنی پناہ میں رکھ۔

.... ۞ ....

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم اپنے اسمِ اعظم کی برکت سے
خضرِ راہ بنا کر ویسی ہی حیاتِ جاوداں سے ہمکنار کر۔

.... ۞ ....

معجزہ و کرامت کے مالک رؤف والرحیم! جادُو اور حسد کے منفی
اثرات سے محفوظ فرما۔

.... ۞ ....

خُداوندا اپنے حبیبؐ کے صدقے اپنا بندہ بنا لے۔

.... ۞ ....

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
کا وِردِ زبان کو ہر دم نصیب فرما۔

Marfat.com

محبوب کے رُخِ انور کی دِید کو وصل اور جدائی کو فراق کا نام دینے والا عاشق ابھی

سے بھی نا آشنا ہے۔ حُسن و عشق اس بحرِ بے کراں ہستی میں موجزن وہ لہریں

آنے کے باوجود ایک ہیں۔ جن کے اِدراک کے لئے اِن کے وجود کا احساس

کم نہیں۔ چونکہ جُز کے کُل میں سما جانے کا عمل ابھی جاری ہے۔ لہٰذا عشق ابھی

سنٹر آف سپرچوئل سائنسز

بابُو صابُو، لاہور بائی پاس، لاہور

فون: 0333-4232689 ویب سائٹ: www.jehanewaris.com

Marfat.com